ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
اپریل 2025

توبہ ظاہر و باطن میں تبدیلی کا نام ہے
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

کتاب کا عالمی دن

منہاجینز فورم...... تشکیل اور غرض و غایت

گھریلو ملازمین پر تشدد، ایک معاشرتی المیہ

منہاج القرآن ویمن لیگ کے شعبہ WOICE کے زیر اہتمام 8 مارچ 2025 کو لاہور کے فلیٹیز ہوٹل میں منعقدہ کانفرنس Women The Architects of Society کی تصویری جھلکیاں

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 32 شمارہ: 4 / ۱۴۴۶ھ شوال / اپریل 2025ء

زیر سرپرستی بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر قرۃ العین فاطمہ

فہرس

اداریہ (حقوقِ نسواں، فکرِ اقبال کی روشنی میں)		07
فکرِ شیخ الاسلام توبہ ظاہر و باطن میں تبدیلی کا نام ہے	مرتبہ: ثناء وحید	09
منہاجینز فورم۔۔۔تشکیل اور غرض و غایت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	27
اخوت و محبت ایمان کی بنیاد	ڈاکٹر فرح ناز	37
ٹائم مینجمنٹ کے بنیادی اصول	سمیہ اسلام	49
روح اور نفس کی حقیقت	عائشہ صدیقہ	54
گھریلو ملازمین پر تشدد، ایک معاشرتی المیہ	تحریر: محمد احمد طاہر	64
فقہی مسائل: تحائف کی شرعی حیثیت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	71
وائس کانفرنس	خصوصی رپورٹ: ثناء وحید	76

ایڈیٹر

ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر

نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
ڈاکٹر نبیلہ اسحاق، ڈاکٹر شاہدہ مغل
ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز
مسز حلیمہ سعدیہ، مسز راضیہ نوید
سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبدالسلام

فوٹوگرافی

قاضی محمود الاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں
ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہو گا

بدلِ اشتراک

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ 15 ڈالر

مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ 12 ڈالر

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآئَهُمْ اَوْاِخْوانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَدَ هُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(المجادلۃ، ۵۸: ۲۲)

’’آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں (ایسی) جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بے شک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی الله عنه، اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وآله وسلم -وَمُعَاذٌ رَدِیْفُهٗ عَلَی الرَّحْلِ -قَالَ :یَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ .قَالَ :لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ، وَسَعْدَیْکَ .قَالَ :یَا مُعَاذُ .قَالَ :لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ .وَسَعْدَیْکَ، ثَلَاثًا .قَالَ :مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَی النَّارِ .قَالَ :یَا رَسُوْلَ اللهِ، اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَیَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ :اِذًا یَتَّکِلُوْا .وَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا.مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب العلم، باب من خصّ بالعلم قوما دون قوم کراهیة أن لا یفهموا، ۱: ۵۹، الرقم: ۱۲۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے، آپ ﷺ نے (حضرت معاذ سے) فرمایا: اے معاذ بن جبل! حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ وسعدیک! حضرت انس کہتے ہیں کہ تین مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا اور ہر مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہی الفاظ دہرائے۔ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (مصطفیٰ ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اس بات سے لوگوں کو مطلع نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اگر تم انہیں یہ بات بتا دو گے تو وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں گے (اور عمل میں کوتاہی کریں گے) چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اپنے انتقال کے وقت بیان کی تاکہ حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار نہ ہوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

محبت کی تمنا ہے تو پھر وہ وصف پیدا کر
جہاں سے عشق چاہتا ہے وہاں تک نام پیدا کر
اگر سچا ہے میرے عشق میں تو اے بنی آدم
نگاہ عشق پیدا کر، حسن، ظرف پیدا کر

(ضربِ کلیم)

انصاف اور مساوات میرے رہنماء اصول ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی حمایت اور تعاون سے ان اصولوں پر عمل پیرا ہوکر ہم پاکستان کو دنیا کی سب سے عظیم قوم بنا سکتے ہیں۔

(قانون ساز اسمبلی 11 اگست، 1947)

آج کے نوجوان کل کے لیڈر ہیں، یونیورسٹیوں کو درسگاہوں کے ساتھ ساتھ تربیت گاہیں بنانے سے ملک وقوم کا مستقبل روشن ہوگا۔ نوجوانوں میں یہ سوچ پیدا کرنا ہوگی کہ وہ ملک کو اندھیروں سے نکالنے کے لئے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟۔ ڈگریاں فقط حصول روزگار نہیں بلکہ ملک و ملت کی تعمیر کا ایک ذریعہ ہیں، اُستاد کا مقام والدین والا ہے، طلبہ کی تربیت اُسی نہج پر ہونی چاہیے جیسے والدین اپنے بچوں کی چاہتے ہیں۔

(کانووکیشن 2024ء، منہاج یونیورسٹی)

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں

اداریہ

حقوقِ نسواں

فکرِ اقبال کی روشنی میں

اسلام اور مشاہیر اسلام نے خواتین کی عزت و تقریم اور حقوق و فرائض کے باب میں جو واضحیت دی ہے کسی اور ضابط حیات میں موجود نہیں، اسلام نے حقوقِ نسواں کے باب میں عورت اور مرد دونوں کے لیے حصول علم کو یکساں واجب قرار دیا، اور خواتین کو وراثت میں حصہ دار بنا کر اس کی باوقار معاشی کفالت اور سکیورٹی کا بندوبست کیا، اگر تاریخ کے اوراق کو پلٹا جائے تو معلوم ہو گا کہ دنیا میں وہی اقوام ترقی کی منازل طے کر پائیں جن کے ذمہ داران نے سوسائٹی کے ہر فرد کو ترقی کے یکساں مواقع مہیا کیے، علم ہی وہ واحد قوت ہے جس کے ذریعے غلامی کے اندھیروں سے نجات ملی اور اس ضمن میں شعور کی روشنی عطا کرنے میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک عظیم مفکر اور فلسفی بھی تھے، جنہوں نے اپنی شاعری اور خطبات کے ذریعے مسلمانوں میں خودی، خودداری اور بیداری کی روح پھونکی۔ ان کی فکری بصیرت نے برصغیر میں آزادی کی جدوجہد کو نہ صرف تقویت بخشی بلکہ اسلامی معاشرت کے بنیادی اصولوں کی جانب بھی ایک نئی راہ متعین کی۔ آپ کے منظوم و غیر منظوم افکار و نظریات میں خواتین شامل رہی ہیں۔

اقبالؒ کے فلسفے میں تصورِ خودی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ انسان کو اپنی ذات کا شعور حاصل کرنے، اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے اور ایک بلند تر مقصد کے لیے کام کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک خودی کا مطلب غرور یا تکبر نہیں بلکہ اپنی اصل پہچان، وقار اور عزتِ نفس کو سمجھنا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ جو قومیں اپنی خودی کو بھول جاتی ہیں، وہ زوال کا شکار ہو جاتی ہیں، اور جو اپنی پہچان کو مستحکم کر لیتی ہیں، وہی دنیا میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔ اقبالؒ کے تصور خود کے پرچار و احیا میں بطور ماں خاتون کا کلیدی کردار ہے۔ تصور خودی نہ صرف مردوں بلکہ خواتین کے لیے بھی یکساں طور پر اہم ہے۔ علامہ اقبالؒ عورت کو ایک مضبوط، باوقار اور فعال شخصیت کے طور پر دیکھتے ہیں، جو نسلوں کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ وہ عورت کو محض ایک سماجی اکائی نہیں سمجھتے بلکہ اسے قوم کی معمار اور تہذیب کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک خواتین کی ترقی محض معاشی خودمختاری یا ظاہری آزادی میں نہیں بلکہ ان کی تعلیمی، فکری اور اخلاقی بلندی میں مضمر ہے۔

اقبالؒ عورت کی شخصیت کو محض روایتی دائرے میں محدود کرنے کے قائل نہیں تھے، بلکہ وہ اسے ایسا مقام دینا چاہتے تھے جہاں وہ اپنی شناخت، عزت اور خودداری کے ساتھ معاشرتی ترقی میں بھرپور کردار ادا کر سکے۔ ان کی شاعری اور خیالات میں بارہا اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ اگر عورت خودی کے اصولوں کو اپنائے اور اپنی فکری بلندی پر توجہ دے، تو وہ ہر میدان میں کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ وہ مغربی معاشرت کے اس پہلو کے سخت مخالف تھے جہاں عورت کو محض تفریح اور تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مگر اس کے ساتھ وہ اس قدامت پسند رویے کو بھی مسترد کرتے تھے جو عورت کو گھریلو ذمہ داریوں تک محدود رکھتا ہے۔

اقبالؒ کی نظر میں عورت کی اصل طاقت اس کی خودشناسی، عزتِ نفس اور تعلیمی قابلیت میں ہے۔ وہ عورت کی آزادی کو اس کے سماجی، مذہبی اور تہذیبی اصولوں کے مطابق دیکھتے ہیں، نہ کہ مغربی تقلید میں۔ ان کے نزدیک ایک ایسی مسلم خاتون جو جدید تعلیم سے آراستہ ہو، اپنی تہذیب و تمدن کو سمجھتی ہو اور اپنی خودی کو پہچانتی ہو، وہی حقیقی معنوں میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔

آج کے جدید دور میں، جب عورتوں کو مساوات کے نام پر تجارتی اور تشہیری مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے، وہیں دوسری جانب کئی معاشروں میں خواتین کو بنیادی حقوق سے محروم بھی رکھا جا رہا ہے۔ اس صورتحال میں علامہ اقبالؒ کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکا ہے۔ وہ ایک ایسا متوازن راستہ تجویز کرتے ہیں، جہاں عورت اپنی عزت، وقار اور اسلامی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے ترقی کر سکتی ہے۔ ان کے مطابق، عورت کی اصل پہچان اس کی فکری خودمختاری اور کردار کی مضبوطی میں ہے، نہ کہ کسی خارجی نعرے یا مصنوعی مساوات میں۔ اقبالؒ کی تعلیمات آج بھی ایک مشعلِ راہ ہیں۔ اگر ہم ان کے فلسفے کو سمجھیں اور خواتین کو وہ مقام دیں جو اسلام اور اقبالؒ کی فکر نے ان کے لیے متعین کیا ہے، تو ہم ایک ایسی معاشرت تشکیل دے سکتے ہیں جہاں عزت، ترقی اور وقار ساتھ ساتھ چلیں۔ ان کے نزدیک کامیاب قوموں کی بنیاد صرف مردوں کی صلاحیتوں پر نہیں بلکہ ان خواتین کی فکری مضبوطی پر بھی ہے جو نسلوں کی تربیت کرتی ہیں اور نئی فکری جہات کو متعین کرتی ہیں۔

اقبالؒ کا پیغام ہر دور کے لیے ہے، اور آج کے دور میں تو اس کی اہمیت دوچند ہو چکی ہے۔ اگر ہم واقعی ایک مضبوط، خوددار اور ترقی یافتہ قوم بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں نہ صرف مردوں بلکہ خواتین میں بھی خودی اور خودداری کے جذبات کو فروغ دینا ہوگا، تاکہ ہم دنیا کے سامنے ایک باوقار اور خودمختار قوم کے طور پر ابھر سکیں۔

(چیف ایڈیٹر ماہنامہ دختران اسلام)

توبہ ظاہر و باطن میں تبدیلی کا نام ہے

خصوصی خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

ترتیب و تدوین: ثناء وحید، معاون: حافظہ سحر عنبرین

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

’’اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ۔‘‘ (النور، 24: 31)

ہم میں سے ہر شخص یہ خواہش ہے کہ اس کی زندگی اللہ رب العزت کی تعلیمات کے ساتھ آراستہ ہو جائے، وہ غفلت اور ہلاکت کے گڑھوں سے نکل آئے، زندگی میں آخرت کو دنیا پر ترجیح مل جائے، دنیا کے مال و دولت پر بھروسے کی بجائے اللہ پر توکل مضبوط ہوجائے، زندگی سے حسد نکل جائے، اللہ کی تقسیم پر خوش دلی سے راضی ہوجائے، دل میں اعمالِ صالحہ کی محبت مستحکم ہو جائے، دل کو استغناء اور تقویٰ نصیب ہوجائے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ساری تبدیلی کہاں سے شروع کی جائے؟ اس لیے کہ ہر تبدیلی کا کوئی نہ کوئی نقطۂ آغاز ہوتا ہے جہاں سے اس تبدیلی کا سفر شروع ہو کر اپنی انتہا و کمال کو پہنچتا ہے۔

انسان کی زندگی میں اس نوعیت کی تبدیلی کہ جس سے اس کا ظاہر و باطن سنور جائے، اس کا نقطۂ آغاز توبہ ہے۔توبہ غفلت کا احساس پیدا ہوجانے کا نام ہے۔۔۔توبہ اِس بیداریٔ شعور کا نام ہے کہ بندے کو احساس ہوجائے کہ اس کی زندگی ہلاکت، نقصان اور خسارے میں ہے اور وہ اللہ کی نافرمانی اور معصیت کے سبب اپنی آخرت تباہ کر رہا ہے۔اِس خسارے و نافرمانی کا ادراک و احساس پیدا ہو جانا اور اللہ سے دور ہونے اور اُس کی قربت سے محروم ہونے کا شعور بیدار ہو جانا ’’توبہ‘‘ ہے۔

توبہ صرف زبانی کلمات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک شعور ہے جو ہمیں اِس امر کا ادراک دیتا ہے کہ ہم اندھیرے میں ہیں، پھر یہ ادراک ہمارے اندر یہ تشویش پیدا کرتا ہے کہ مجھے اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف جانا ہے،میں ہلاکت اور تباہی میں ہوں اور مجھے نجات اور فلاح کی طرف جانا ہے،میں اللہ سے دوری پر ہوں اور مجھے اللہ کے قریب ہونا ہے،میں جہنم کی راہ پر جا رہا ہوں جبکہ مجھے اللہ کی جنت کی طرف جانا ہے،میں اللہ سے ناراضگی کی راہوں پر ہوں جبکہ مجھے اللہ کی رضا اور خوشنودی کی طرف جانا ہے۔جب تک یہ احساس بیدار نہ ہو، اُس وقت تک بندے کی زندگی میں نہ عملاً تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی توبہ پیدا ہوسکتی ہے۔لہٰذااِس تبدیلی کی ابتداء توبہ سے ہوتی ہے اور فلاح اوراُخروی نجات کا دارو مدار بھی توبہ پر ہی ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

’’اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہو کر) فلاح پا جاؤ۔‘‘

توبہ میں درحقیقت دو مرتبہ رجوع ہے

لفظِ توبہ کا معنی ’’رجوع‘‘ ہے۔فلاں نے فلاں چیز سے توبہ کی تو اس کا معنی یہ ہے کہ اُس نے اُس چیز سے رجوع کر لیا، اُس کو چھوڑکر پیچھے مڑ گیا ہے اور اسے ترک کر دیا۔سو توبہ اُن چیزوں سے رجوع کر لینے کا نام ہے جنہیں شریعت نے گناہ، معصیت اور اللہ کی نافرمانی قرار دیا ہے اور ان چیزوں کی طرف لوٹ جانا ہے جنہیں اللہ رب العزت نے بھلائی، نیکی، تقویٰ اور فرمانبرداری کہا ہے۔

یاد رکھیں! توبہ میں دو بار لوٹنا ہوتا ہے:

الرجوع من المذمو — الرجوع الی المحمود

فعلِ مذموم سے لوٹنا — فعلِ محمود کی طرف لوٹنا

یعنی گناہوں، نافرمانیوں اور بُرے اخلاق سے رجوع کر لینا اور اُن سے کلیتاً منہ موڑتے ہوئے اپنا منہ اُس سمت کر لینا جدھر اللہ کی قربت، رضا، فرمانبرداری اور اُس کی اطاعت ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ کے حوالے سے حضور سیدنا غوث الاعظمؓ فرماتے ہیں کہ گویا اللہ رب العزت یہ فرما رہا ہے کہ لوگو! اپنی ہوائے نفس اور شہوتوں کو چھوڑ کر میری قربت، محبت، فرمانبرداری اور رجاء کی طرف پلٹ آؤ۔اِس دوہرے پلٹنے کو توبہ کہتے ہیں۔

پس واضح ہوا کہ صرف گناہ کو چھوڑنا توبہ نہیں ہے بلکہ گناہ کو چھوڑ کر نیکی اختیار کر لینے کو توبہ کہتے ہیں۔توبہ صرف کسی کلمۂ حسنہ کی ادائیگی کا نام نہیں ہے کہ چند جملے زبان پر جاری کر لیے یا اللہ سے معافی طلبی کے چند الفاظ مل کر توبہ نہیں بنتے بلکہ توبہ بذاتِ خود ایک کامل عمل ہے جو ایک شعور سے پیدا ہوتا ہے۔اُس کامل عمل میں بندہ بُرائی کو چھوڑ کر پلٹتا ہے اور نیک عمل کو اختیار کرتا ہے۔یہ پورا پراسس (Process) مل کر ''توبہ'' کہلاتا ہے۔

توبۃً نصوحاً کیا ہے؟

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا.

''اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو۔''

(التحریم، 66: 8)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''نصوحاً'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔''نصوحاً'' فَعُوْلًا کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا ایک معنی صادقۃ اور صافیہ ہے یعنی اللہ کی بار گاہ میں ایسی سچی اور صاف توبہ کرنا کہ جس میں کسی قسم کی ملاوٹ اور آلودگی نہ ہو، ایسی توبہ کو خالص اور ''نصوح'' کہتے ہیں۔گویا وہ توبہ ''نصوح'' کہلائے گی جس میں گناہ کی طرف پلٹنے کے ارادے کی ملاوٹ نہ ہو۔اگر ایک لمحہ کے لیے توبہ کر لی اور پھر اُس

گناہ پر قائم رہنے اور پلٹ کر اُسے انجام دینے کی خواہش، آرزو اور ارادہ قائم رہا تو وہ توبۃ نصوحا نہیں ہے۔

اگر شہد کو صاف ستھرا کر لیں تو لغت میں اسے نصح العسل کہتے ہیں یعنی شہد کو پاک صاف کر لیا۔ ہر وہ چیز جو آلودگی، ملاوٹ اور غبار سے پاک صاف کر دی جائے، اُس کے لیے نصح اور نصوح کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

جب توبہ ہر قسم کی آلودگی، ملاوٹ اور غبار سے پاک ہو تو پھر اُس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیُدۡخِلَکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ.

(التحریم، 66: 8)

’’’تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں۔‘‘

کن اعمال سے توبہ واجب ہے؟

اِس کا مختصر جواب دو لفظوں میں یہ ہے کہ تمام کبائر اور صغائر گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے۔ گناہِ کبیرہ (بڑے گناہ) کیا ہیں؟ احادیث مبارکہ کی روشنی میں بعض نے سات (7)، بعض نے نو (9)، بعض نے گیارہ (11)، بعض نے سترہ (17)، بعض نے ستر (70) حتی کہ بعض نے سات سو (700) اعمال ایسے قرار دیئے ہیں جو گناہِ کبیرہ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول پہنچا کہ اُنہوں نے گن کر بتائے کہ یہ یہ سات (7) گناہ، گناہِ کبیرہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں، گناہِ کبیرہ تو ستر (70) ہیں۔

سوال یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا عدد اِتنا بڑا ہونے کا سبب کیا ہے؟ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

کل ما نهى الله عنه فهو كبيرة.

’’ہر وہ چیز، عمل اور فعل جس سے اللہ رب العزت نے منع کیا ہے، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔‘‘

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی کام سے منع کرے اور مومن اُس کو چھوٹا گناہ سمجھے تو گویا اِس طرح اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی اہانت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرفاء، اولیاء، اہل اللہ اور صالحین یہ کہتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف جانا اور

اس کی قربت کو پانا ہے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ ہر وہ چیز اور کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا اور جو اس کی ناراضگی و غضب کا باعث بنتا ہے، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

گناہِ کبیرہ کیا ہیں؟

ذیل میں گناہِ کبیرہ کی چار تعریفات درج کی جارہی ہیں، جن سے گناہِ کبیرہ کا مکمل مفہوم واضح ہوجائے گا:

وہ گناہ جن پر اللہ رب العزت نے حد (سزا) مقرر کی ہے، وہ گناہِ کبیرہ ہیں۔

ہر وہ عمل اور فعل جس پر اللہ رب العزت نے کسی بھی قسم کے اخروی عذاب یا اپنے غضب کی وعید سنائی ہے، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔واضح رہے کہ ایک سزا کا نام ”حد“ ہے جو عدالت اور ریاست کی طرف سے باقاعدہ نافذ کی جاتی ہے، اس کا تعلق گناہِ کبیرہ کی پہلی تعریف سے ہے جبکہ یہاں دوسری تعریف میں جن اعمال پر حد مقرر نہیں بلکہ اخروی سزا و عذاب کا ذکر ہے، انہیں گناہِ کبیرہ قرار دیا جارہا ہے۔مثلاً:

سود کھانا گناہِ کبیرہ ہے، اس پر اس طرح حد نہیں ہے جیسے خاص جرائم پر حد مقرر ہوتی ہے مگر یہ گناہِ کبیرہ ہے، اس لیے کہ اس کی سزا اس ”حد“ سے بڑی مقرر کی گئی ہے کہ اس کے مرتکب کو دوزخ کی سزا دی جائے گی۔

اسی طرح یتیم کا مال کھانا گناہِ کبیرہ ہے۔اس پر بھی بظاہر عدالتی سزا نہیں ہے مگر اُس سزا سے بڑھ کر دوزخ کا عذاب ہے جو دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے، یہ گناہِ کبیرہ ہے۔

اسی طرح قطعِ رحمی، خونی رشتے کو کاٹنا، حق تلفی کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ان پر اُس طرح کی سزا نہیں جیسے چوری، ڈاکے، شراب، قتل، بدکاری پر حدیں مقرر کی گئیں ہیں مگر اُن سے بڑی حد قیامت کے دن عذابِ جہنم ہے، اسی طرح جادو، چغلی اور جھوٹی گواہی دینا یہ سارے امر گناہِ کبیرہ ہیں۔

گناہِ کبیرہ کی تیسری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسے قرآن یا حدیث میں حرام ٹھہرایا گیا ہو، اگرچہ اُس پر حد کا ذکر ہو یا نہ ہو، وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

گناہِ کبیرہ کی چوتھی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ہر وہ چیز یا عمل جس پر قرآن و حدیث میں لعنت یا غضب وارد کیا گیا ہے کہ ”فلاں کام کرنے والے یا ایسا کرنے

والے پر اللہ کی لعنت ہو، اس پر اللہ کا غضب ہو۔“ جن امور میں اللہ کا غضب اور لعنت کی گئی ہے، وہ سب گناہِ کبیرہ میں شامل ہیں۔

گناہِ کبیرہ کی مذکورہ چار تعریفات سے گناہِ کبیرہ کا پورا تصور واضح ہوجاتا ہے۔گناہِ کبیرہ کی ان تعریفات کے مطابق انسانی جان کا قتل کرنا، بدکاری، جھوٹی گواہی، رمضان کا روزہ چھوڑنا، جھوٹی قسم کھانا، قطع رحمی، والدین کی نافرمانی، صلاحیت اور طاقت ہونے کے باوجود دشمن سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، نماز کو لیٹ کر دینا، سچائی کو چھپانا، رشوت لینا، زکوۃ ادا نہ کرنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بجا نہ لانا، جھگڑا کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اللہ کی تدبیر اور اُس کی گرفت سے بے نیاز و بے فکر ہو جانا، اللہ کی گرفت اور مواخذے کو ہلکا سمجھنا اور گناہ سے بے خوف ہوجانا، خنزیر اور مردار سمیت سب حرام چیزوں کو کھانا، سونے، چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا اور اُن میں کھانا پینا، مردوں کا سونے کی انگوٹھیاں اور ریشمی لباس استعمال کرنا اور کسی کا مال اور حق تلف کرنا یہ سب اعمال گناہِ کبیرہ میں شامل ہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں کبائر گناہوں کی ایک تفصیلی فہرست مقرر کی گئی ہے، جب آدمی اِن کو دیکھتا ہے تو یہ عدد صرف سات تک نہیں رہتا بلکہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے، البتہ کسی ایک حدیث مبارک میں آقا علیہ السلام نے سات (7) کا عدد بیان کر دیا ہے مگر اُس کا مطلب یہ نہیں کہ حصر ہو گیا کہ سات سے زیادہ گناہِ کبیرہ نہیں ہیں۔درج بالا سطور میں جن گناہ کبیرہ کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ سب احادیثِ نبوی اور آیاتِ قرانیہ سے ثابت ہیں۔

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں مختلف انسانی اعضاء سے صادر ہونے کی نسبت سے گناہِ کبیرہ کی سترہ (17) اقسام ذکر ہیں۔اِن سب گناہِ کبیرہ سے توبہ واجب ہے۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

دل کے گناہ

شرک

- اللہ کی نافرمانی اور معصیت پر اصرار کرنا۔
- اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔

- اللہ کے عذاب اور گرفت سے بے فکر ہو جانا اور اُس کو ہلکا سمجھنا۔

زبان کے گناہ

- جھوٹی گواہی دینا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ جادو کرنا۔ کسی پاک باز بندے یا خاتون پرالزام اور تہمت لگانا

پیٹ کے گناہ

- شراب یا شراب جیسی حرام چیزیں کھانا یا پینا۔
- یتیم اور مساکین کے مال کو کھانا اور حق تلف کرنا۔
- سود یا سود کی طرح ناجائز طریقے سے مال کمانا

ہاتھوں کے گناہ

قتل کرنا

- چوری کرنا،ڈاکہ زنی،بدکاری کرنا

پورے جسم کے گناہ

- میدان جنگ سے بزدلی کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔
- والدین کی نافرمانی کرنا

صغیرہ گناہوں کی اقسام

صغیرہ گناہوں سے مراد چھوٹے گناہ ہیں۔اُن کی کوئی حد (limit) نہیں ہے یعنی اُن کا کوئی عدد شمار نہیں کیا گیا۔ مثلاً: کسی ناجائز چیز کو سننا اور دیکھنا، غیر معمولی قہقہ لگانا، جھوٹ بولنا، کسی کے گھر کے اندر تجسس کرنا، ٹوہ لگانا، جاسوسی کرنا، مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلق کرنا، بے صبری کرنا، چیخ و پکار کرنا، فسق وفجور کی مجلس میں بیٹھنا، مکروہ اوقات میں نماز کا پڑھنا، مسجد میں خرید وفروخت اور دنیاوی امور کی باتیں کرنا، امام خطبہ دے رہا ہے تو اُس کے درمیان گفتگو کرنا، کسی کی بے عزتی کرنا، عیب جوئی کرنا، غیبت کرنا، (بعض نے غیبت کو صغیرہ میں لیا ہے مگر اکثر

نے غیبت کو کبیرہ گناہ میں لیا ہے۔)چغلی کرنا، غیر ضروری غصے میں آنا، کسی کے ساتھ حقد اور حسد کرنا، جھگڑالو طبیعت ہونا۔یہ سب صغیرہ گناہ ہیں۔

صغیرہ اور کبیرہ گناہ میں فرق

حضور سیدنا غوث الاعظم اور جمیع صوفیاء و اولیاء نے بیان کیا اور اس کی بنیاد حدیث مبارک ہے کہ ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ ناراض اور غضب ناک ہوتا ہے، وہ گناہِ صغیرہ نہیں ہے بلکہ گناہِ کبیرہ ہے۔حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ

ایک سفر کے دوران ایک جگہ آقا علیہ السلام نے پڑاؤ کیا اور صحابہ کرامؓ کو لکڑیاں جمع کرکے لانے کا حکم دیا۔صحابہ کرام نے ہر جگہ دیکھا مگر انہیں کوئی لکڑی نہ ملی۔واپس آکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کہیں کوئی لکڑی موجود نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی ملتی ہیں، وہی جمع کرکے لے آؤ۔پھر ہر صحابی کوئی نہ کوئی چھوٹا چھوٹا لکڑی کا ٹکڑا اور گھاس پھونس کے خشک تنکے لاتا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔جب انہیں جمع کیا گیا تو وہ ایک بڑا ڈھیر بن گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا: اِسی طرح صغیرہ گناہ مل کر کبیرہ بن جاتے ہیں، جس طرح یہ چھوٹے چھوٹے لکڑی کے ٹکڑے گٹھا بن گئے۔اسی طرح چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی مل کر بڑی نیکیاں بن جاتی ہیں۔پس جن کو تم حقیر سمجھتے ہو، وہ حقیر نہیں رہتے بلکہ بڑے ہوجاتے ہیں۔

نیکی اور برائی کے معاملات میں یہی پراسس کار فرما ہوتا ہے۔

گناہ کو معمولی سمجھنا نفاق کی علامت ہے

گناہ کی مذکورہ تقسیم کو فقہاء اس لیے بیان کرتے ہیں کہ کسی گناہ کو بھی بندہ چھوٹا نہ سمجھے۔چھوٹے سے چھوٹے گناہ یعنی کبائر ہی نہیں بلکہ صغائر گناہ پر بھی توبہ واجب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المؤمن یری ذنبه کالجبل فوقه والمنافق یری ذنبه کذباب.

”مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر گناہ کو پہاڑ سمجھتا ہے اور منافق گناہ کو مکھی کی طرح دیکھتا ہے یعنی ہلکا سمجھتا ہے۔“

یعنی مومن اللہ کی نافرمانی کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، اِس زاویۂ نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اُس کے سر پر پہاڑ کھڑا ہے جبکہ منافق ہر چھوٹے بڑے گناہ کو معمولی سمجھتا ہے۔ پس جسے گناہ مکھی اور مچھر کی طرح ہلکا نظر آئے، وہ سمجھے کہ اُس کے اندر ایمان کی کمی ہے اور جسے چھوٹا سا گناہ بھی پہاڑ نظر آئے اور وہ ڈر جائے، گھبرا اور لرز جائے اور توبہ کرنے کی فکر کرے تو سمجھیں کہ اُس کے اندر ایمان ہے۔ایمان گناہوں کو چھوٹا کرکے نہیں دیکھنے دیتا اور نفاق گناہ کو بڑا کر کے نہیں دیکھنے دیتا۔

یہ بات بڑی توجہ طلب ہے کہ جس شخص کی نگاہ اللہ رب العزت کی جلالت، عظمت، تقدس، بزرگی اور اللہ کے حکم پر نہیں ہے، اُسے ہر گناہ چھوٹا نظر آئے گا اور جس کی نگاہ اُس ذات کی عظمت و جلالت پر ہے، اُسے معمولی سا گناہ بھی بڑا نظر آئے گا۔

اِسی لیے عرفاء کہتے ہیں کہ گناہ کو محض ایک "عمل یا فعل" کے زوایے سےنہ دیکھو بلکہ گناہ کواِس زوایے سے دیکھو کہ نافرمانی کس کی ہے؟ لازمی بات ہے کہ یہ رب العالمین کی نافرمانی ہے لہذا معمولی سی نافرمانی بھی اس کی بارگاہ میں بڑی نافرمانی متصور ہوگی کیونکہ اُس بڑے کی نافرمانی ہے اور اگر وہ ذات (معاذاللہ) چھوٹے درجے کی ہوتی تو نافرمانی بھی چھوٹی ہوتی مگر وہ ذات بہت عظیم و جلیل ہے، سو اُس کی جو بھی نافرمانی کی جائے گی، وہ بڑی ہی ہوگی۔ جس شخص کی نگاہ میں اللہ رب العزت کی عظمت وجلالت کی معرفت جتنی بڑھتی چلی جاتی ہے اور جس کا ایمان معرفت کے سبب جتنا بلند سے بلند تر اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے، اُس کی نگاہ میں ہر گناہ عظیم سے عظیم تر ہوتا چلا جاتا ہے۔وہ کسی گناہ کو چھوٹا نہیں بلکہ ہر گناہ کو بڑا دیکھتا ہے۔

صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ اپنے شاگردوں یعنی تابعین سے کہا کرتے کہ آقا علیہ السلام کے عہد مبارک میں جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہوتے تو ہم بال سے باریک نظر آنے والی چھوٹی سی خطا کو بھی دوزخ میں لے جانے والا تصور کرتے کہ یہ عمل ہمیں دوزخ میں پھینک رہا ہے یعنی صحابہ کرام معمولی سی خطاء کو بھی جہنم کے سامان کی نظر سے دیکھتے تھے۔

اِس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضور غوث الاعظم نے صحابہ کرام کی اس کیفیت کے حوالے سے ایک بڑا لطیف جملہ لکھا ہے۔فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام کی قربت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بصیرت کو اِتنا روشن کر دیا تھا

اور اُن کے اندر تقویٰ اِتنا مضبوط کر دیا تھا کہ وہ معمولی سے گناہ کو بھی بہت بڑا تصور کرتے تھے۔

حضور غوث الاعظمؓ مزید فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی قربت نے صحابہ کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اِتنا بلند کر دیا تھا کہ وہ نافرمانی کے فعل اور عمل کو نہیں تکتے تھے بلکہ یہ دیکھتے تھے کہ نافرمانی کس کی ہو رہی ہے؟ آقا علیہ السلام کی قربت انہیں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ رکھتی تھی۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چونکہ ہمہ وقت ان کا دھیان رہتا تھا، سو اُس کی معمولی سی نافرمانی کو بھی وہ دوزخ میں ڈال دینے والا بہت بڑا گناہ کا عمل سمجھتے تھے۔

ہر ایک کی توبہ جدا جدا ہے!

جس شخص کا ایمان اور اطاعت میں جو حال اور درجہ ہے، اپنے اس مقام و مرتبہ کے مطابق وہ توبہ کا محتاج ہے۔اِس لیے اولیاء فرماتے ہیں کہ

توبۃ العوام من الذنوب، توبۃ الخواص من الغفلۃ وتوبۃ اخص الخواص من کل شیئً سوی اللہ۔

یعنی عام مسلمانوں کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے۔اگر کچھ لوگ عام مومنین کے درجے سے بلند ہو کر اولیاء، عارفین، صالحین اور مقربین کے درجے پر چلے جائیں تو اُن کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔پھر غفلت کا معنی ہر ایک کے حسبِ حال الگ الگ ہے۔عام مسلمان کی غفلت کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے ارشادات کی بجا آوری، آداب، احکام، فرائض، واجبات، سنن، نوافل، مستحبات کی بجاآوری میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے۔وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے تو اس کی غفلت کا تعلق احکام وآداب سے نہیں بلکہ وہ قلب کے حالات میں غفلت کو دیکھتا ہے کہ کون سا لمحہ تھا کہ اُس کے دل میں کوئی غفلت طاری ہوگئی؟ کون سا لمحہ تھا کہ اُس کے حُسنِ ادب، حُسنِ تقویٰ میں کوئی غفلت آگئی؟ پس وہ دل کے حالات میں غفلت دیکھتا ہے اور اُس سے توبہ کرتا ہے۔خاص الخواص جن کا رتبہ مزید بلند ہو تا ہے، وہ قلب کے اندر ماسوا للہ کے وجود سے توبہ کرتا ہے، یعنی اگر غیر کا خیال بھی آجائے تو اُس سے بھی توبہ کرتا ہے۔ دل کی چاہت ہر غیر کے خیال سے پاک ہو جائے تو یہ اصل ''توبہ'' ہے۔

کچھ تائب ایسے ہوتے ہیں جو غفلتوں سے توبہ کرتے ہیں اور کچھ تائب ایسے ہوتے

ہیں جنہیں اللہ غفلت سے بھی پاک کر دیتا ہے مگر اُنہیں اپنی نیکیاں نظر آتی ہیں، لہذا وہ رؤیتِ حسنات سے بھی توبہ کرتے ہیں تاکہ نیکی نظر بھی نہ آئے، بھلائی کریں اور بھلائی نظر بھی نہ آئے۔ جسے بھلائی کر کے بھلائی نظر آئے، اہل اللہ اُس سے بھی توبہ کرتے ہیں، اس لیے کہ اُن کی زندگی میں یہ بھی گناہ ہے۔ پھر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر مخلوق کی طرف سے دل کو اطمینان ملے تو اُس طمانیتِ قلب سے بھی توبہ کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد، 13: 28)

”جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔“

وہ چاہتے ہیں کہ صرف اللہ کی یاد اور اللہ کے قرب میں انہیں طمانیتِ قلب ملے۔ پس جیسے جیسے کسی کے قلب و روح کے حالات ہوتے ہیں، اُن حالات کے مطابق توبہ کے درجات اور مقامات ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم قرآن مجید میں حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی توبہ کے بارے پڑھتے ہیں، حتیٰ کہ آقا علیہ السلام جو کبائر، صغائر اور خطاؤں سے پاک اور معصوم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دن میں سو مرتبہ توبہ و استغفار فرماتے اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو توبہ و استغفار کرنے کی سنت عطا فرمائی۔

ان اولوالعزم انبیاء و رسل علیہم السلام کا توبہ کرنا اپنے اپنے حال اور مقام و مرتبہ کے مطابق ہے۔ یعنی ہر ایک کا جو مقام و مرتبہ ہے اُس کے مطابق اُس کی توبہ اُس پر واجب ہے اور وہ اپنے مقام کے مطابق توبہ کا محتاج ہے۔ اللہ کی مخلوق میں کوئی شخص توبہ سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔ توبہ ہی بندے کو بچاتی اور اُونچا لے جاتی ہے۔ توبہ بقاء بھی دیتی ہے اور ارتقاء بھی کرتی ہے۔

فرائضِ توبہ

حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت مالک بن دینار سے پوچھا کہ توبہ کے فرائض کیا ہیں تو اُنہوں نے جواب دیا:

توبہ کے دو پہلو ہیں:

۱۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے اعتبار سے

۲۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے اعتبار سے

1۔حقوق اللہ کے حوالے سے توبہ کا پہلو یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ بس توبہ کر لی، لہذا جو گزر گیا، وہ گزر گیا اور وہ معاف ہوجائے گا۔نہیں ایسا نہیں ہوتا بلکہ جن فرائض کے تارک ہوئے، ان کا اعادہ ضروری ہے۔اگر اللہ کی حق تلفی کی یعنی نماز نہیں پڑھی، روزہ نہیں رکھا، زکوۃ نہیں دی تو اُس کا اعادہ کرے اور ان فرائض کو ادا کرے۔

2۔حقوق العباد کے حوالے سے توبہ کا پہلو یہ ہے کہ جس جس شخص سے زندگی میں بندے نے ظلم کیا تھا، کسی کا مال کھایا، کسی کی عزت پر حملہ کیا، کسی کی حق تلفی کی، کسی کے خلاف غیبت کی، چغلی کی، کسی پر تہمت لگائی، بُرا بھلا کہا، جانی ،مالی، عزت کسی بھی اعتبار سے کسی کو نقصان پہنچایا تو توبہ کے فرائض میں سے پہلا فرض یہ ہے کہ جس سے کسی بھی قسم کی زیادتی کی ہے، اسے اس کا حق واپس لوٹایا جائے۔

امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تینوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر ہم نے کسی کی غیبت، چغلی، بُرائی کی یا تہمت لگائی اور اس کے بعد توبہ کریں کہ پاک ہوجائیں تو ایسا نہیں ہو سکتا۔اس لیے کہ توبہ کے فرائض میں سے ہے کہ توبہ اُس وقت تک نہیں ہوگی، جب تک اس شخص کے سامنے اظہار کرکے اپنی باتوں سے رجوع نہ کریں اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اس سے معافی طلب نہ کریں جس کو قولی یا عملی نقصان پہنچایا۔

یعنی جس بندے کی حق تلفی کی، اُس کا حق اور مال اُس کو واپس کرے،اُس سے معافی مانگے اور بیان کرے کہ میں نے آپ کی حق تلفی کی تھی، بتا کر معافی مانگے اور آئندہ اپنی اصلاح کرے یہ فرائضِ توبہ میں سے ہے۔اگر وہ شخص تلاش کے باوجود نہیں ملا تو پھر جس کے سامنے بیٹھ کر اس کی غیبت کی تھی، اُسی جگہ جا کر تلافی کریں، اُس بندے کی تعریف کریں اور بتائیں کہ میں نے فلاں کے بارے میں جھوٹ بولا تھا جبکہ سچائی یہ ہے کہ وہ بندہ اچھا ہے، میں نے غلطی سے اسے بُرا کہا۔یعنی جب تک اُس کی تلافی نہ کی جائے، توبہ نہیں ہوتی۔پس حق دار کو حق لوٹانا، یہ توبہ کا پہلا فریضہ ہے۔

توبہ کی شرائط

حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی تین شرائط ہیں:

1۔سابقہ گناہوں پر ندامت

اللہ کے حکم کی مخالفت، نافرمانی اور گناہ کے ارتکاب پر دل سے نادم ہو جانا توبہ کی پہلی شرط ہے کہ حقیقت میں بندے کو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کا احساس ہو کہ میں غلط کرتا رہا ہوں۔ندامت ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندے کے دل میں رقت اور نرمی آجائے۔

2۔گناہوں کو عملاً ترک کرنا

توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ بندہ تمام حالات اور تمام ساعتوں میں، گناہوں خواہ وہ صغائر ہوں یا کبائر کو عملاً ترک کر دے۔ پہلی شرط کے مطابق پچھلے گناہوں پر ندامت اختیار کرتاہے اور دوسری شرط کے مطابق آئندہ گناہوں کو ترک کر دیتاہے۔

3۔آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ

توبہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ اِس چیز کا عزم اور پختہ ارادہ کرلینا کہ جو ظاہری و باطنی خطائیں ، معاصی اور گناہ میں نے کیے ہیں، میں کبھی پلٹ کر اُن کی طرف نہیں جاؤں گا۔

اگر یہ تین چیزیں جمع ہوجائیں تو اُس وقت توبہ کا عمل پورا ہوتا ہے اور توبہ اپنے اثرات پیدا کرتی ہے۔

توبہ کے قبول ہو جانے کی علامت کیا ہے؟

حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ قبول ہوجانے کی درج ذیل علامات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اِس بندے کی توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگئی:

1۔زبان کا پاک ہونا

توبہ کی قبولیت کی پہلی علامت یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد بندے کی زبان پاک ہوجاتی ہے۔اُس کی زبان جھوٹ بولنے، غیبت کرنے اور لغویات بکنے سے رک جاتی ہے۔اگر جھوٹ، دھوکہ دہی، غیبت اس سے جاری ہوتی رہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ اس کی توبہ نہیں ہوئی، اس لیے کہ توبہ ہونے کی پہلی علامت یہ ہے کہ زبان پاک ہو جائے۔

2۔دل کا پاک ہونا

توبہ کے قبول ہوجانے کی دوسری علامت یہ ہے کہ بندے کے دل میں کسی کے لیے حسد، بغض اور عداوت نہ رہے۔گویا توبہ کرنے کے بعد اپنے قلبی حالات پر غور کرے۔ توبہ قبول ہوئی یا نہیں؟ اس حوالے سے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اِس کا فیصلہ بندہ خود کرتا ہے۔بندہ اپنے دل میں دیکھے کہ کیا میرا دل حسد، بغض، عداوت، کینہ، نفرت، لالچ اور دیگر باطنی رذائل سے پاک ہوا یا نہیں؟ اگر تمام باطنی رذائل بھی موجود ہیں تو اِس کا مطلب ہے توبہ دل تک نہیں پہنچی اور قبول نہیں ہوئی۔

3۔بُری صحبت اور سنگت سے اجتناب

توبہ کی قبولیت کی تیسری علامت یہ ہے کہ بندہ بُری صحبت اور سنگت چھوڑ دے۔ اگر توبہ کرنے کے بعد اُسی سنگت و صحبت میں بیٹھتا ہے جہاں سے اُس نے گناہ لیا تھا اور اسے نافرمانی و عصیاں کی عادت پڑی تھی تو اِس کا مطلب ہے کہ اُس کی توبہ نہیں ہوئی۔ اُس نے مکاری کی ہے اور محض زبان سے کلماتِ توبہ ادا کیے ہیں، عملًا اُن عوامل کو ترک نہیں کیا جو گناہ و عصیاں کے اسباب ہیں۔

کسی بندے کا گناہ کا عادی ہوجانا چند عوامل کے باعث ہوتا ہے جو اس پر اثر انداز ہوتے ہیں، اولیاء اور صوفیاء جو روحوں اور نفوس کے معالج ہیں، اس حوالے سے سب سے بڑا سبب بُری صحبت کو قرار دیتے ہیں۔بُری دوستی اور بُری سنگت کے باعث رفتہ رفتہ ہماری زندگی میں نیکی کا تصور و حیثیت اور رغبت ہلکی ہوتی چلی جاتی ہے اور گناہ و بُرائی کا تصور بڑا، بھاری اور رغبت والا ہوتا چلا جاتا ہے۔اگر ہم بری صحبت اور سنگت کو توبہ کرنے کے بعد بھی برقرار رکھتے ہیں اور پھر اُنہی کے مجلس میں بیٹھتے ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے توبہ کے اوپر پانی پھیر دیا۔اس لیے کہ ان کی صحبت پھر ہمیں گناہ کی طرف پلٹا دے گی جبکہ توبہ یہ تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے اور پھراُس کے بعد اُس گناہ کو ہم زندگی سے نکال دیتے، گناہ کی زندگی پر حقیقت میں نادم ہوتے اور ہمیشہ اطاعت و عبادت کو اپنا کر دل کو نیکی پر قائم کرلیتے۔

4۔عبادت اور اطاعت میں ذوق و شوق

قبولیتِ توبہ کی چوتھی علامت یہ ہے کہ بندہ توبہ کرنے کے بعد اپنے اندر عبادت کی رغبت محسوس کرتا ہے کہ اس کے اندر آخرت، نیک کاموں کے لیے ذوق و شوق،

عبادت،اطاعت، تلاوت، قرأت و نعت، ذکر و تسبیح، نیکی و بھلائی اور لوگوں کے ساتھ احسان کے امور میں ذوق اور شوق بڑھ گیا ہے۔اسی طرح احکامِ الٰہی میں مشغولیت، مسجد کی طرف رغبت، اللہ کے دین کی تبلیغ اور دعوت، مشن کے کام میں رغبت اور شوق، غریب کی مدد کرنا، محتاجوں کو خوش کرنا، مظلوموں کی مدد کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، کمزور کو طاقت دینا اور انسانیت کی خدمت کرنے میں اُس کو راحت ملتی ہے۔اب ظلم اور ناانصافی سے اس کی طبیعت ہٹ جاتی ہے۔اگر یہ تبدیلی زندگی میں آئے تو وہ محسوس کرے کہ میری توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی ہے۔

5۔دل سے دنیا کے اثرات ختم ہو جائیں

قبولیت توبہ کی پانچویں علامت یہ ہے کہ دنیا کی فرحت، رغبت، چاہت اور شہوت کے اثرات اس کے دل سے ختم ہوجائیں یا کم ہوجائیں اور دل آخرت کی طرف راغب ہو جائے۔گویا بندے کی زندگی ہیں آخرت کے اعمال کا زیادہ اہمیت اختیار کر جانا قبولیتِ توبہ کی علامت ہے۔

توبہ کی قبولیت اور کرامات کا حصول

حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ جب بندے کی توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوجاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اُس کو چار کرامات عطا فرماتا ہے:

1۔گناہوں کی معافی

اللہ تعالیٰ گناہوں سے توبہ میں اس کے اخلاص و صدق کو دیکھتے ہوئے یہ کرامت و انعام عطا فرماتا ہے کہ اُس کے سارے گناہ اِس طرح مٹا دیتا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ارشاد فرمایا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له.

"گناہ سے توبہ کرنے والاایسے ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں تھا۔"

یاد رہے کہ اُس سے مراد محض کلماتِ توبہ ادا کرنا نہیں ہے بلکہ نادم ہو کر گناہ، بری صحبتوں و مجلسوں اور گناہ کی رغبتوں کو ترک کرکے اللہ کی اطاعت، عبادت اور تقویٰ کے ذوق کے ساتھ اللہ کی طرف ایسا آنا کہ جس سے زندگی تبدیل ہوجائے۔اس لیے کہ توبہ وہ ہے کہ جو زندگی کو بدل دے۔

یاد رہے کہ جن کلماتِ حسنہ نے زندگی کو بدلا نہیں، وہ بھی ایک نیکی ہیں، اللہ سے معافی مانگنا بھی ایک نیکی اور طاعت کا عمل ہے مگر ان کلماتِ حسنہ کا ادا کرنا اصل میں استغفار و معافی طلب کرنا ہے جبکہ توبہ کرنا اِس سے ایک الگ حقیقت ہے۔معافی مانگنے کے بعد توبہ اس ندامت کا نام ہے جو انسان میں تبدیلی پیدا کردے، توبہ اس ترکِ گناہ اور اختیارِ طاعت وتقوی کا نام ہے جس سے پوری زندگی کا مزاج اور رخ بدل جاتا ہے۔اگر یہ تبدیلی واقع نہ ہو تو اِس کا مطلب ہے استغفار و معافی مانگی، مگر توبہ نہ کی۔اگر بندہ توبہ کر لے اور اس کی توبہ کے اثرات سے اس کی زندگی تبدیل ہوجانے کی صورت میں قبولیتِ توبہ کی علامت ظاہر ہوجائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو یہ اعزاز عطا کرتا ہے کہ اُس کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔

2۔اللہ کی محبت کا حصول

توبہ کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ دوسرا کرم یہ کرتا ہے کہ بندے کو اپنی محبت عطا کرتا ہے۔فرمایا:

ویحبه الله تعالیٰ.

اللہ تعالیٰ پھر اُس سے محبت کرنے لگتا ہے۔اِسی لیے قرآن مجید میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ. (البقرہ، 2: 222)

”بے شک اللہ بہت توبہ کرنیوالوں سے محبت فرماتا ہے۔“

3۔شیطان کے تسلط سے حفاظت

قبولیتِ توبہ پر تیسرا انعام و کرامت اللہ یہ دیتاہے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کی حفاظت خود کرتا ہے اور اس پر کبھی شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔

4۔خوف سے حفاظت

قبولیتِ توبہ کے صلہ کے طور پر چوتھی کرامت اللہ کی طرف سے یہ عطا ہوتی ہے کہ اِس دنیا سے نکلنے سے قبل اُسے آخرت میں امن عطا فرما دیا جاتا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. (البقرۃ، 2: 62)

”ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔“

یعنی اللہ رب العزت اُنہیں وہ قربت اور مقام دیتا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں قسموں کے خوف و غم سے نکل جاتے ہیں۔

حقیقت توبہ

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کے گناہ کے سبب ظالم نہیں کہا بلکہ ظالم اُسے کہا جو گناہ کے بعد توبہ نہیں کرتا۔ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الحجرات، 49: 11)

”اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

یعنی اگر بندے سے خطاء اور گناہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ظالم نہیں کہتا، اِس لیے کہ اگر اُس کے اندر اُس گناہ پر نادم ہونے کا احساس ہے اور وہ توبہ کرتا ہے تو وہ ظالم نہیں ہے۔ظالم کا لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اُس وقت دیا جاتا ہے جب وہ توبہ نہیں کرتا لیکن جب وہ توبہ کر لے تو نہ صرف ظالم کے ٹائٹل سے محفوظ ہوجاتا ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی بن جاتا ہے۔ارشاد فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓـئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ.

(الفرقان، 25: 70)

”مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔“

گویا اللہ تعالیٰ نہ صرف اس سے ظلم مٹاتا ہے بلکہ اُس کی زندگی کے چھوٹے گناہوں کو بھی توبہ کی برکت سے نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مدد اور نصرت کے ساتھ بھی نوازتا ہے۔

آقا علیہ السلام سے ایک حبشی صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

إنی كنت أعمل الفواحش فهل لی من توبة

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں گناہ کرتا رہا ہوں، کیا میرے لیے بھی توبہ ممکن ہے؟

(سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، 6: 356)، (غزالی، احیاء العلوم الدین، 4: 14)

آقا علیہ السلام نے فرمایا:

نعم، فولى ثم رجع

”ہاں، تمہارے لیے بھی توبہ ہے، وہ خوش ہو کر پلٹ گیا۔“

پھر اُس کو ایک خیال آیا اور وہ واپس لوٹ آیا اور آقا علیہ السلام سے عرض کیا:

یا سول اللہ أكان يراني وأنا أعملها

"جب میں گناہ کر رہا تھا تو کیا میرا اللہ مجھے دیکھ رہا تھا؟"

آقا علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اُس وقت بھی تیرا مولیٰ تجھے دیکھ رہا تھا۔

فصاح الحبشي صيحة خرجت فيها روحه

اس حبشی صحابی نے جب یہ سنا کہ اُسے اُس وقت بھی مولیٰ دیکھ رہا تھا جب وہ گناہ کا ارتکاب کررہا تھا تو خوف اور ندامت کی بناء پر اس کی چیخ نکلی، وہ نیچے گرا، تڑپا اور اُس کی روح پرواز کر گئی۔

آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

هذا من أهل الجنة وهذه حقيقة التوبة.

"یہ اہل جنت میں سے ہے اور یہ حقیقی توبہ ہے۔"

حاصل کلام

توبہ کے درجات درج ذیل ہیں:

- اللہ کے عذاب سے ڈر کر توبہ کرنا ایک درجہ ہے۔
- اللہ کی بارگاہ سے اجر وثواب کی خواہش کے پیش نظر توبہ کرنا اُس سے اونچا درجہ ہے۔
- عذاب کے ڈر اور ثواب کے لالچ دونوں سے بے نیاز ہوکر توبہ کرنا اس سے بھی اعلیٰ درجہ ہے۔
- اگر استحیاءً توبہ کرے کہ میرا مولیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، اِس توبہ کا درجہ سب سے بلند ہے۔یعنی اللہ کے امر پر تعظیماً عمل کرنا کہ میرے مولیٰ نے فلاں کام کرنے اور فلاں سے منع کیا ہے، تو یہ درجۂ توبہ سب سے بلند ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں تمام درجات کی توبہ میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے اور ہمیں توبہ کی وہ حقیقت عطا کر دے جو ہماری پوری زندگیوں کو بدل دے اور ایسا بدلے کہ ہماری زندگیوں سے ظلم، ناانصافی، حق تلفی اور دنیا پرستی کا رجحان ختم ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی طرف اور آخرت سے بڑھ کر فقط اپنی طرف متوجہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین

منہاج جینز فورم..... تشکیل اور غرض و غایت

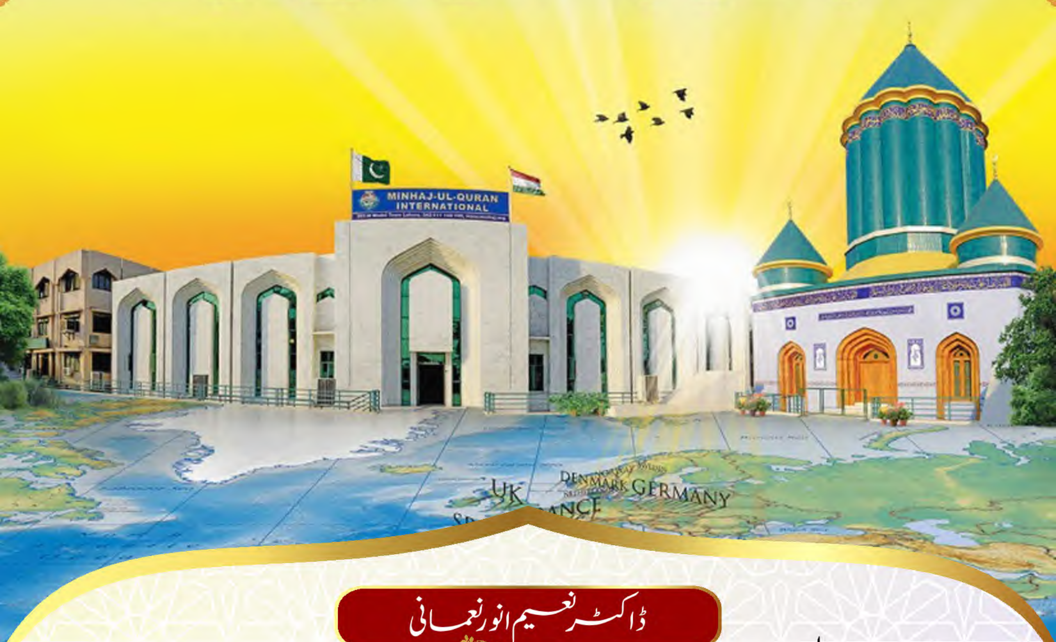

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (الضحیٰ، ۹۳: ۱۱)

’’اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں۔‘‘

یہ بات اپریل 1995ء کی ہے، منہاجینز کے باہمی گفت و شنید میں اس بات کا تذکرہ ہونے لگا کہ منہاجینز کی تحریک میں کیا حیثیت ہے اور اس بات کو دو چیزوں نے بہت زیادہ میری زندگی میں مہمیز دی، ایک تو اس وقت میں فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے CWC کے ہر اجلاس میں شریک ہوتا تھا۔ وہاں جب بھی کسی بڑی تنظیمی و تحریکی ذمہ داری کی بات ہوتی تو اس میں منہاجینز کو ان کے موجود کردار کے تناظر میں نظر انداز کر دیا جاتا کہ ان میں تقریری صلاحیت تو بہت خوب ہے مگر ان میں کوئی تنظیمی صلاحیت قابلِ قدر عملاً فیڈ میں نظر نہیں آتی، اس بنا پر یہ صرف دعوت کا کام کر سکتے ہیں۔ تنظیمی کام کے لیے یہ ہرگز موزوں نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بات گھر سے بھی سننا پڑ جاتی۔

26 اکتوبر 1995ء میں شیخ الاسلام کی زیر سرپرستی و نگرانی اور ان کی منشا و مرضی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گیا۔ شریک حیات ڈاکٹر شاہدہ نعمانی نے تنظیمی زندگی کے حوالے سے بہت بڑا نام

پایا۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی اساسی عہدیدار، مصطفوی سٹوڈنٹس برائے طالبات کی پہلی صدر اور منہاج گرلز کالج کی وائس پرنسپل شیخ الاسلام رہیں اور امی حضور (باجی جان) نے جب بھی ہمارے گھر آنا اور ٹائم دینا، از راہ مزاح یہ بات کہہ دینا کہ جس دن نعیم انور نعمانی تحریکی، تنظیمی اور انقلابی بن گئے تو بڑی خوشی و مسرت ہو گی۔ اب مرکز کے اعلیٰ انتظامی باڈی CWC کے سامنے بھی منہاجینز صرف مقررین تھے۔ منتظمین اور تنظیمی سمجھ و فہم سے لاتعلق تھے، گھر میں بھی یہ آواز سننا پڑ جاتی تھی۔ آپ تو تقریر والے ہیں تنظیم سے آپ کا کیا تعلق؟

منہاجینز کی تحریک میں حیثیت اور اس وقت منہاجینز کے کردار کے حوالے سے یہ بات حقیقت کے خلاف بھی نہ تھی۔ 1992ء میں پہلا سیشن جامعہ سے فارغ ہوا، سب کو زیادہ تر دعوتی و تربیتی اور تدریسی و تحقیقی ذمہ داریاں ہی تفویض ہوئی تھیں۔ بہر حال یہ بات مختلف جگہوں پر ایک حقیقت اور ایک امر واقعہ کے اظہار میں آتی تھی۔ بسا اوقات حقیقت بھی تلخ حقیقت بن جاتی ہے۔ اس کو قبول کرنا بھی بڑا مشکل ہو جاتا ہے اور حقیقت کا چہرہ دیکھنا اچھا نہیں لگتا بلکہ اپنا بنایا ہوا تصوراتی چہرہ ہی حقیقت لگتا ہے اور اسی کو ہم ساری دنیا کو دکھانا چاہتے ہیں جبکہ وہ ہمارے تصور میں ہوتا ہے۔ حقیقت میں تو حقیقت وہی ہوتی ہے جس میں وہ تصور نہیں ہوتا ہے۔ بسا اوقات انسان اپنے وہم کو اپنے لیے بڑا اہم بنالیتا ہے۔ کچھ ایسی صورت حال ہمارے منہاجینز کے اجتماعی وجود پر بیتی رہی جو بھی ان میں سوچنے والے تھے وہ اپنے تصور سے اور اپنی ذہن میں بنائی ہوئی تصویر سے باہر نکلنے کے لیے تیار نہ تھے لیکن یہ تصویر صرف ہمیں نظر آتی تھی اوروں کو نظر نہ آتی تھی، بہر حال بڑی مشکل سے اس وہم کا علاج کیا گیا۔

اب فیصلے کا وقت آیا کہ حقیقت کو حقیقت کا ہی روپ دیا جائے اور جو حقیقت ہر کسی کو نظر آتی ہے وہی سب کے نزدیک حقیقت ہے۔ اپریل 1997ء میں منہاجینز کا قیام معرض وجود میں آیا۔ منہاجینز کی اس تنظیم کے قیام میں راقم پیش پیش تھا۔ سارے دوستوں اور منہاجینز نے مل کر اتفاق رائے سے مجھے مجبور کر کے بانی منہاجینز صدر کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی، چار و ناچار کیا کرتا، کوئی اور ذمہ داری قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ نتیجتاً فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی انتہائی مشکل، حساس اور بہت ہی ذمہ داری والی ذمہ داری میں مزید ذمہ داری نبھانا بہت ہی کٹھن کام تھا۔

اس لیے کہ اس وقت یہ احساس پورے سیکرٹریٹ میں موجود تھا کہ ریسرچ والے اکثر و بیشتر شیخ الاسلام کے ساتھ میٹنگ میں رہتے ہیں۔ ان کو مختلف اوقات میں بڑے بڑے اہداف ملتے ہیں۔ ان کے کام کی بازپرس اور نگرانی مسلسل آپ ہی کرتے ہیں، اس بنا پر ہمیں اپنے کام کو ہر حوالے سے مکمل اور بر وقت کرنا پڑتا تھا۔ کسی قسم کی کوتاہی و غفلت اور سستی و کاہلی، لاپرواہی و غیر ذمہ داری کی حادثاتی صورت

بھی میسر نہ تھی۔ اس براہ راست نگرانی سے ہم جہاں بہت کچھ سیکھ رہے تھے وہاں بہت زیادہ مصروف تھے۔ اب اتنی مصروفیت میں مزید مصروفیت کا اضافہ ممکن نہ تھا۔ بہر حال شیخ الاسلام کی نظر کرم سے ناممکن بھی ممکن ہو گیا، مشکل امر بھی آسان ہو گیا۔ حساس ذمہ داری بھی ادا ہو گئی اور تنظیمی و تحریکی ذمہ داری کی طرف بڑھنے کے عمل کا بھی آغاز ہو گیا۔ منہاجینز کا دستور العمل بنایا گیا۔ جس کے تحت تمام عہدوں کی مدت ایک سال رکھی گئی۔ دوسرے سال بھی اگر منتخب ہو جائیں تو پھر اس کے بعد مسلسل تیسری بار کے لیے کوئی بھی عہدیدار انتخاب کی اہلیت سے محروم ہو گا۔ ہر عہدیدار مسلسل دو سال تک ہی عہدیدار رہ سکتا تھا پھر ایک سال کا وقفہ کر کے دوبارہ کسی بھی عہدے کے لیے منتخب ہو سکتا تھا۔

مجھے 1997ء اور 1998ء کے لیے منہاجینز کا صدر الیکشن کے ذریعے منتخب کیا گیا۔ بعد ازاں میں اپنے ہی بنائے ہوئے منہاجینز دستور العمل کا شکار ہوا جس کی بنا پر 1999ء کے سیشن میں، میں دستور العمل کی رو سے مسلسل دو سال تک صدر رہنے کے بعد اب صدر منہاجینز نہیں بن سکتا تھا۔ ہم نے منہاجینز کے ایگزیکٹو باڈی کے ساتھ ساتھ اپنے سالانہ اجلاسوں کے لیے مناجینز پارلیمنٹ بھی بنائی تھی۔ اس کے لیے ہر سال سپیکر کا بھی انتخاب ہوتا تھا۔ ہماری منہاجینز پارلیمنٹ کے پہلے سپیکر علامہ سید ہدایت رسول مرحوم منتخب ہوئے تھے۔ وہ دو سال سے منہاجینز پارلیمنٹ کے سپیکر چلے آرہے تھے۔

میری صدارت جوں ہی 1997ء، 1998ء دو سال تک مسلسل صدر رہنے کے بعد ختم ہوئی تو مجھے منہاجینز پارلیمنٹ کا اسپیکر منتخب کر لیا گیا۔ 1999ء، 2000ء تک میں منہاجینز پارلیمنٹ کا سپیکر رہا، میرے بعد منہاجینز کے مرکزی صدر محترم علامہ حسن میر قادری بنے ان کے بعد محترم عاقل ملک بنے اور ان کے بعد محترم جواد حامد بنے۔

2003ء میں جب اس وقت کے مرکزی ناظم اعلیٰ نے ذمہ داری سنبھالی تو انھوں نے اس سارے عمل کو تبدیل کر دیا۔ اب عہدوں کے لیے الیکشن کی بجائے سلیکشن کا عمل اپنایا گیا جس کے نتیجے محترم علامہ رانا محمد ادریس قادری منہاجینز کے صدر منتخب ہوئے اور انھوں نے یہ ذمہ داری 2016ء تک نبھائی۔ بعد ازاں انھوں نے اپنی دعوتی ذمہ داریوں کی کثرت کی بنا پر اس ذمہ داری کو کسی اور کے سپرد کرنے کی درخواست کی۔ جسے شیخ الاسلام نے قبول کیا، بعد ازاں آپ نے یہ منہاجینز کے مرکزی صدر کی ذمہ داری مرکزی قائدین کے سامنے میری غیر موجودگی میں، میرے لیے تجویز کی، آپ کی تجویز اور حکم پر یہ ذمہ داری 2016ء سے 7 جنوری 2025ء تک میں نے نبھائی ہے۔ اب میری یونیورسٹی کی مصروفیت بہت زیادہ ہو گئی ہیں جس کی بنا پر یہ ذمہ داری میری تجویز پر محترم علامہ شاہد لطیف قادری کے سپرد کی گئی ہے۔

منہاجینز کی صدارت کے اس دورانئے میں کیا کیا امور سرانجام دیے گئے ہیں ان کا مختصر خاکہ کچھ یوں ہے:
منہاجینز کی پہچان تحریک ہے اور قائد تحریک کی ذات ہے۔ تحریک کا فروغ اور عظیم قائد کی فکر کا ابلاغ ہر منہاجینز کی تحریکی ذمہ داری کا عنوان ہے جہاں جہاں ایک متحرک ایک فعال اور ایک انقلابی جذبہ رکھنے والا منہاجینز ہے وہاں وہاں وہ اپنے علاقے، شہر اور ملک میں تحریک کی اٹھان کا باعث ہے۔ منہاجینز کے اس کارواں کو منظم اور فعال رکھنے کی ذمہ داری منہاجینز کوآرڈینیشن کونسل آپ کے تعاون سے سرانجام دے رہی ہے۔ منہاجینز کوآرڈینیشن کونسل نے اب تک ان خطوط پر اپنے تحریکی کام کو استوار کیا ہوا ہے اور مزید رہنما خطوط کے لیے آپ کی طرف درجہ ذیل معلومات کے ساتھ بڑھ رہے ہیں:

۱۔ منہاجینز کی خودانحصاری

الحمدللہ! منہاجینز گزشتہ چھ سال سے اپنے اخراجات اپنے دفتری، تنظیمی، انتظامی اور تحریکی سارے اخراجات خود برداشت کررہے ہیں۔ نظام منہاجینز کی ماہانہ تنخواہ اور دیگر دفتری اخراجات منہاجینز فنڈ اور منہاجینز رفاقت سے پورے کیے جارہے ہیں۔

۲۔ منہاجینز کے پتہ جات کی تکمیل

منہاجینز کے پتہ جات ایک لاینحل مسئلہ ہمارے لیے بنا ہوا تھا اور ہماری مادر علمی سے ان کا مکمل ریکارڈ دستیاب نہ تھا۔ اس کمی کو بڑی جتن اور مسلسل جدوجہد کے بعد پورا کرلیا گیا ہے۔ اس وقت تمام منہاجینز کے پتہ جات 1991ء اور 1992ء کے پہلے سیشن سے لے کر 2023ء اور 2024ء تک کے سیشن کا ریکارڈ مکمل ہوچکا ہے۔ جس میں ہمارے پاس ان کی ساری ضرورتیں تفصیلات موجود ہیں۔

۳۔ اندرون پاکستان منہاجینز کے تنظیمی ڈھانچے کی تکمیل

منہاجینز کا اندرون ملک اور بیرون ملک تنظیمی ڈھانچہ مکمل ہوچکا ہے۔ اندرون پاکستان چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں بھی ضلعی تنظیمات قائم ہوچکی ہیں۔

۴۔ بیرون ملک منہاجینز کی تنظیمات کا قیام

اس وقت پوری دنیا میں جہاں جہاں منہاجینز آباد ہیں وہاں ہر ملک کے لیے ملکی کوآرڈینیٹرز کا تعین ہوچکا ہے جو کہ اس ملک کا منہاجینز کے لیے صدر بھی ہے۔ الحمدللہ! ان تنظیمات کی طرف سے منہاجینز رفاقت اور فنڈ بھی آرہا ہے جس سے منہاجینز کا دفتری نظام چل رہا ہے۔

۵۔ منہاجینز پارلیمنٹ کے اجلاس

ہر سال منہاجینز پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کیا جارہا ہے۔ جس میں ملک بھر سے منہاجینز شریک ہورہے ہیں، جس میں شیخ الاسلام کا خصوصی خطاب ہورہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کاان کی موجودگی کے باعث تواتر سے ہورہا ہے۔ پارلیمنٹ کے یہ اجلاس تنظیمی، تحریکی، علمی اور فکری پسِ منظر میں ہورہے ہیں اور سالانہ تحریکی اہداف اور دستورالعمل کے تناظر میں منعقد ہورہے ہیں اور یہ اجلاس اب تک مرکز اور منہاج یونیورسٹی بغداد ٹاؤن میں منعقد ہوچکے ہیں۔

۶۔ قائد ڈے تقریبات کا انعقاد

تحریک میں سب سے پہلے قائد ڈے کی بنیاد منہاجینز نے رکھی تھی۔ الحمدللہ اب ہر سال فروری کا ماہ جملہ منہاجینز اپنے اپنے شہروں اور ملکوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ قائد ڈے تقریبات منعقد کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہر سال مرکزی صدر منہاجینز کا ترغیبی پیغام برائے ”انعقاد قائد ڈے“ ان کو سوشل میڈیا پر ارسال کیا جارہا ہے اور ہر سال مرکز میں بھی ایک علمی، فکری سیمینار، کانفرنس کی صورت میں قائد ڈے کا انعقاد کیا جارہا ہے جس میں نامور ملکی شخصیات اور مختلف شعبہ ہائے حیات سے متعلق قابلِ ذکر افراد شریک ہوتے ہیں اور وہ شیخ الاسلام کی ہمہ جہتی خدمات پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ اس پروگرام کے بے پناہ فوائد سامنے آرہے ہیں۔

۷۔ منہاجینز ایوارڈ کا اجراء

منہاجینز ایگزیکٹو کونسل نے اعلیٰ کارکردگی کے حامل منہاجینز کے لیے تحریکی ایوارڈ کے اجراء کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ یہ اُن منہاجینز کو دیا جائے گا جن کی فیلڈ میں اپنے اپنے شعبے میں غیر معمولی کارکردگی ہوگی اور اس کے ساتھ وہ منہاجینز جو تحریکی اور تنظیمی کام کررہے ہیں ان کو بطور خاص ترجیح دی جائے گی۔ اس سلسلے میں ہم نے گزشتہ سال میں منہاج یونیورسٹی لاہور منہاجینز پارلیمنٹ کے اجلاس میں جملہ منہاجینز (Ph.D ہولڈرز) کو خوبصورت اور یادگار منہاجینز شیلڈز پیش کرکے ان کی خدمات اور ان کے اعزاز کو سراہا ہے۔ ان شاء اللہ مستقبل قریب میں اس سلسلے کو مزید بڑھایا جائے گا۔

۸۔ منہاجینز کے لیے فلاحی خدمات

وہ منہاجینز جو ناگہانی آفات اور مفاجاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تحریک کے لیے ان کی خدمات کو بھی دیکھا جاتا ہے ایسے منہاجینز کو ترجیحاً اس مشکل گھڑی میں مالی مدد کے ذریعے سہارا دیا جا رہا ہے۔ اب تک متعدد منہاجینز کی لاکھوں روپے کی صورت میں مالی معاونت کی جا چکی ہے اور یہ سلسلہ حسب، ضرورت جاری وساری ہے۔

۹۔ مرکزی تحریکی اہداف اور ان کا حصول

منہاجینز کی حیثیت دیگر مرکزی تنظیمات اور شعبہ جات سے ذرا مختلف ہے۔ ان کو اپنی ذمہ داری تحریک کے ایک ورکر اور ایک مقامی رہبر کے طور پر ادا کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے فعال قسم کے منہاجینز شیخ الاسلام کی مستقل تاکیدی ہدایت کے مطابق تحریک کے کسی نہ کسی دیگر فورم میں تنظیمی ذمہ داری نبھانا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی تحریک میں صدر یا ناظم بن جاتا ہے، کوئی یوتھ لیگ یا MSM کو جوائن کر لیتا ہے۔ کوئی اپنے لیے PAT یا علماء کونسل کا انتخاب کر لیتا ہے۔ بقیہ بچ جانے والے منہاجینز کو دروسِ قرآن، رفاقت، زرِ اعانت، حلقہ درود، مراکزِ علم اور دیگر تمام تحریکی اہداف دیئے جاتے ہیں جن اہداف کو یہ تحریکی فورم پورا سال اپنے سامنے رکھتا ہے مگر ان اہداف کے نتائج کا حصول کسی نہ کسی فورم کے کھاتے میں چلا جاتا ہے جس کے ساتھ منہاجینز کی تنظیمی ذمہ داری وابستہ ہوتی ہے۔ یوں منہاجینز کی انفرادی کارکردگی قابل شمار نہیں رہتی ہے۔

۱۰۔ مرکز پر آنے والے منہاجینز کے لیے خیر مقدمی انتظامات

منہاجینز کا مرکزی آفس اور اس میں موجود مرکزی ناظم منہاجینز مرکز پر آنے والے تمام منہاجینز کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان کی آؤ بھگت کرتے ہیں اور ان کو عزت و احترام دیتے ہیں، ان کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں تاکہ مرکز آنے پر ان کو اپنائیت کا احساس ہو۔ یوں یہ عمل فیلڈ میں ان کے تحریکی کام کے لیے ایک موثر ذریعہ اور جذبہ بنے گا۔ ہمارے اس طرزِ عمل کے مفید اثرات سامنے آ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں بیرون ملک سے آنے والے منہاجینز کو ایک پر وقار استقبالیہ دیا جاتا ہے اور جامعہ میں ان کے لیکچرز کے لیے خصوصی کاوش بھی کی جاتی ہے۔

۱۱۔ منہاجینز کے روزگار کے لیے عملی معاونت

منہاجینز آفس اور اس کا ایک شعبہ مسلسل منہاجینز کو جاب کی فراہمی کے سلسلے میں معاون رہتا ہے۔ مختلف حکومتی اور پرائیویٹ اداروں میں ملازمتوں پر ان کو آگاہ کیا جاتا ہے اور اس کی مناسب راہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔ یوں بے روزگار منہاجینز روزگار پا کر تحریک کے مشن کے لیے زیادہ موثر ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ منہاجینز (ID) کارڈ کا اجراء

منہاجینز کی ایک امتیازی شناخت کو برقرار رکھنے اور مرکز پر ان کے تعارف اور سہولت کے لیے سالانہ ممبر شپ ایک ہزار روپے پاکستان سے ادا کرنے والوں کے لیے منہاجینز کا کارڈ ان کی تصویر اور کوائف کے ساتھ جاری کیا جا رہا ہے۔ جس سے ان کی پہچان میں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریک کے نمائندہ فورمز میں بھی ان کی نمائندگی کو بڑھایا گیا ہے اور ان کو عملاً شریک کیا گیا ہے جیسا کہ تحریک کی مرکزی مجلسِ شوریٰ ہے۔ اس نمائندگی کے عمل سے بھی ان کی خود اعتمادی اور اجتماعی حیثیت میں اضافہ ہوا ہے۔

۱۳۔ منہاجینز دفتر کا قیام

منہاجینز کے دفتری امور نبھانے کے لیے شروع سے ہی مناسب دفتر کے حوالے سے مشکلات کا سامنا ہے ابھی یہ دفتر بیسمنٹ میں مجلہ منہاج القرآن کے دفتر کے ساتھ چھوٹے سے روم میں منہاجینز کا دفتر قائم ہے۔ کسی اچھی اور موزوں جگہ کی تلاش ہے۔ بہر حال منہاجینز کے سارے امور وہیں سرانجام دیے جا رہے ہیں۔

۱۴۔ مرکزی صدر کے تحریکی پیغامات

تحریک کے ہر اہم موقع پر مرکزی صدر کی طرف سے جملہ منہاجینز کے لیے ترغیبی اور تاکیدی پیغامات کا اجراء سوشل میڈیا پر اور منہاجینز کی ویب سائٹ اور واٹس ایپ گروپوں اور دیگر ذرائع پر جاری ہوتا ہے جس سے ان کے اور مرکزی تنظیم کے درمیان رابطہ مضبوط و مستحکم ہو رہا ہے۔ کسی بھی تنظیم کے لیے مضبوط رابطہ ہی پہلا تنظیمی ضابطہ ہے۔ اس رابطے کے خاطر خواہ نتائج ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔

۱۵۔ منہاجینز ایگزیکٹو کونسل کے اجلاس

منہاجینز ایگزیکٹو کونسل کے مستقل اور مسلسل اجلاس منعقد ہو رہے ہیں جس میں ہم اپنے تحریکی کام کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ پیش آمدہ مشکلات کو حل کرتے ہیں اور تحریکی اہداف کے حصول کے لیے اپنی کاوشوں کو تیز تر کرنے کے لیے مختلف اقدامات کرتے رہتے ہیں۔

۱۶۔ سوشل میڈیا پر جاری سرگرمیاں

منہاجینز کی سوشل میڈیا پر متعدد سرگرمیاں جاری ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) شیخ الاسلام کے خطابات

فہم دین پراجیکٹ کے تحت شیخ الاسلام کے سارے خطابات منہاجینز واٹس ایپ گروپوں میں شیئر کیے جا رہے ہیں۔ اور (چیئرمین سپریم کونسل، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل اور صاحبزادہ حماد مصطفی المدنی) ان تینوں شخصیات کے خطابات بھی منہاجینز کے واٹس ایپ گروپوں میں شیئر کیے جا رہے ہیں۔

(۲) منہاجینز دعوت و تربیت

اس گروپ میں جملہ منہاجینز اپنے دعوتی علمی، فکری اور تحریکی خطابات از خود شیئر کر سکتے ہیں۔ اس عمل سے ایک دوسرے کی مثبت سرگرمیوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس گروپ سے اپنے لیے نئی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

(۳) ہر سیشن کا واٹس ایپ گروپ

1991ء اور 1992ء کے پہلے سیشن سے لے کر 2023ء اور 2024ء تک ہر سیشن کا ایک الگ گروپ بنا ہوا ہے۔ یہ سب گروپس فعال ہیں ان کے ایڈمن اسی سیشن کے منہاجینز ہیں جن کو سیشن کوآرڈینیٹر کا عہدہ بھی دیا گیا ہے۔ وہ اپنے سارے گروپ کو تحریکی اور تنظیمی اعتبار سے فعال اور متحرک رکھتے ہیں اور تنظیمی اہداف کے حصول میں ان گروپوں کو موثر طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

(۴) ضلعی کوآرڈینیشن کونسل گروپ

تمام اضلاع کے واٹس ایپ ضلعی کوآرڈینیشن کونسل گروپ بھی تشکیل دیئے گئے ہیں۔ منہاجینز کے ضلعی صدر کو اس گروپ میں ضلع کوآرڈینیٹر کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ ضلعی کوآرڈینیٹر اور ضلعی صدر تمام ضلع بھر کے منہاجینز کو تحریکی و تنظیمی اہداف کے حصول کے لیے متحرک اور فعال رکھتا ہے اور مرکز کی طرف سے دیئے جانے والے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن سعی اور کاوش کرتا رہتا ہے۔

(۵) ''التعارف'' کی روزانہ اشاعت

اس وقت ہمارے پاس 50 سے زائد واٹس ایپ گروپ ہیں جن میں روزانہ کی بنیاد پر ایک منہاجینز کا تعارف ''التعارف'' کے عنوان سے آرہا ہے جس میں اس کی پیدائش سے لے کر اس کی زندگی کی تمام تر کامیابیوں اور موجودہ ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جس سے دوسرے تمام منہاجینز جہاں اس کی شخصیت سے آگاہ ہو رہے ہیں۔ وہاں بڑی مضبوطی کے ساتھ ایک دوسرے مربوط ہو رہے ہیں۔ اس تعارف کے ذریعے ہر منہاجین اپنے تنظیمی، تحریکی، علمی، فکری، معاشرتی اور سماجی تعارف کو پہلے سے بہتر اور اعلیٰ بنانے کی فکر و سوچ سے وابستہ ہو چکا ہے۔ اس ''التعارف'' میں اب تک 100 سے زائد منہاجینز کا تعارف چھپ چکا ہے اور اس تعارف کو عنقریب کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا۔

(٦) ''التبریک'' کے ذریعے مبارکبادی

واٹس ایپ گروپ میں ہر منہاجین کو اس کی اپنے اپنے شعبے میں نمایاں اور غیر معمولی کامیابی پر مبارکباد کا سلسلہ بھی جاری وساری ہے۔ یوں ہم اپنے منہاجینز کی خوشی میں شریک ہو کر ان کو اپنائیت کا احساس دے رہے ہیں اور یوں ایک تحریکی خاندان، جماعت اور تحریک کے تصور کو اس عمل سے پختہ تر کر رہے ہیں۔ جس کے بڑے مثبت اور مفید اثرات سامنے آرہے ہیں اور ان میں بطور خاص شیخ الاسلام کی طرف سے، چیئرمین سپریم کونسل کی طرف سے مبارکبادی کے پیغامات بھی ارسال کیے جاتے ہیں اور منہاجینز ایگزیکٹو کونسل کی طرف سے بھی خصوصی مبارکبادی جاتی ہے۔ اب تک ایک سو پچاس منہاجینز کو مبارکبادی جا چکی ہے۔

(۷) ''التعزیہ'' کے ذریعے غمی میں شرکت

ہر Ph.D کرنے والے منہاجینز کو شیخ الاسلام کی طرف سے خصوصی مبارکباد کا پیغام واٹس ایپ گروپ میں شیئر کیا جاتا ہے۔ ان سب منہاجینز (Ph.D ہولڈرز) کا ڈیٹا محفوظ کر لیا گیا ہے۔ گزشتہ سال منہاجینز پارلیمنٹ کے اجلاس میں ڈاکٹر حسین محی الدین قادری (صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل) کے دست اقدس سے سب کو اس اعزاز پر خوبصورت شیلڈز سے نوازا گیا۔

۱۷۔ منہاجینز فورم کی کمزوری اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

منہاجینز کوآرڈینیشن کونسل کی کارکردگی کو جب ہم خود احتسابی نظر سے دیکھتے ہیں جہاں اس کی بہت سی خوبیاں ہیں وہاں ہماری بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ فیلڈ میں ہمارے تنظیمی دورہ جات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دوسری انتہائی اہم بات منہاجینز فورم کے لیے یہ ہے کہ یہ یوتھ، MSM، علماء کونسل، ویمن لیگ اور عوامی تحریک کی طرح فورم نہیں ہے۔ اس میں عام ورکرز نہیں ہیں اور منہاجینز کی تعداد بھی بہت قلیل اور محدود ہے اس بنا پر منہاجینز کی تنظیمی کارکردگی دوسرے فورمز سے مختلف نوعیت کی ہوگی۔ یہ فورم بنیادی طور پر تحریک کو صوبہ، ضلع اور تحصیل کی سطح پر قیادت فراہم کرنے کا ہے اس کے تیار شدہ افراد ہی کل MSM، یوتھ، علماء کونسل اور پاکستان عوامی تحریک، تحریک منہاج القرآن کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں اس وقت ان کی تنظیمی کارکردگی منہاجینز کی نہیں ہوتی بلکہ وہ تحریک کے دیگر فورمز کی بن جاتی ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے بھی بسا اوقات ہم منہاجینز کی کارکردگی کا غلط اندازہ لگا لیتے ہیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

۱۸۔ منہاجینز کے کام کی بہتری کے لیے تجاویز و آراء

منہاجینز کوآرڈینیشن کونسل جملہ منہاجینز سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنے افکار و آراء کی روشنی میں منہاجینز کے تحریکی کردار کو مزید موثر بنانے کے لیے اپنی تعمیری اور قابل عمل تجاویز سے نوازیں۔ ان شاء اللہ العزیز آپ کی قیمتی آراء کو ہم اپنا لائحہ عمل بنانے کے لیے آمادہ ہیں، ہم آپ کی تجاویز کو بنظرِ تحسین دیکھنے کے لیے شدید منتظر ہیں۔

اخوت و محبت ایمان کی بنیاد

تحریر: ڈاکٹر فرح ناز، صدر منہاج القرآن ویمن لیگ

(زیر نظر مضمون گذشتہ آرٹیکل کی آخری قسط ہے)

شیخ الاسلام کے خطابات 2024ء کے انسانی زندگی پر اثرات کے ضمن میں پچھلے دو حصوں میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا اپنی زندگی میں کبھی مایوس نہیں ہوتا وہ بلند حوصلہ اور قناعت پسند ہوتا ہے اور قانون کا پابند ہوتا ہے۔اسی طرح خدا کے وجود پر ایمان رکھنے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہوسکتا وہ بلا امتیاز و رنگ و نسل پوری انسانیت کی بھلائی کی فکر کرتا ہے۔ عجز و انکساری کا مرقع ہوتا ہے ۔اس آخری حصہ میں انسانی زندگی پر ہونے والے اثرات کو مزید اجاگر کیا جائے گا کہ کس طرح ایک خدا کو ماننے والا اخوت و مساوات کا خوگر ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام نے پوری دنیا کے لیے پیغام محبت دیتے ہوئے فرمایا کہ در بدر کی ٹھوکریں کھانے کی بجائے ایک خدا کے ہو جاؤ۔

1۔ایک خدا کو ماننا اخوت و مساوات پیدا کرتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے خطابات 2024ء سے دینی زندگی کے حوالے سے یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔اُس کے

ماننے والے عربی ہوں یا عجمی، گورے ہوں یا کالے، کسی قوم یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف زبانیں بولنے والے ہوں، سب بھائی بھائی ہیں اور اُن کی اس اُخوت کی بنیاد ہی ایمانی رشتہ ہے۔گویا اُخوت و محبت کی بنیاد ایمان اور اسلام ہے، یعنی ایک رب کا ماننے والا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبلہ اور ایک دین کا پیرو کار ہوتا ہے۔وہ اپنے جیسے دوسرے مسلمان بھائی کو ساتھ بیٹھ کر فخر محسوس کرتا ہے۔وہ سب مسلمانوں کے لیے بھلائی اور خیر خواہی اور مساوات کا پیکر ہوتا ہے۔

ایک خدا کے وجود کا ماننے والا اخوت و مساوات کا علمبردار ہوتا ہے۔وہ فرمان باری تعالیٰ کے مطابق پوری امت مسلمہ کو جسد واحد اور ایک گردانتا ہے۔وہ لوگوں کے درمیان رنگ ونسل اور زبان و لباس کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرتا، اگر فرق کرتا ہے تو بس ان کے تقوی اور پرہیزگاری کے اعتبار سے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ۔ [الحجرات، 13/49]

”اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔“

مذہب اسلام کے ماننے والے عرب ہوں یا عجم، گورے ہوں یا کالے، کسی قوم یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف زبانیں بولنے والے ہوں، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اُن کی اس اُخوت کی بنیاد ہی ایمانی رشتہ ہے۔اسی رشتہ اخوت کی وجہ سے ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھلائی و خیر خواہی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔اخوت و مساوات سے معاشرے میں امن و سکون کا دور دورہ ہوتا ہے۔خدا کے وجود پر ایمان اخوت و مساوات پر مبنی ایک ایسا معاشرہ وجود میں لاتا ہے جس میں مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے لیے محبت و شفقت ،ہمدردی و غمگساری، خیرخواہی و بھلائی اور ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار نظر آتے ہیں۔

خدا کے وجود کو ماننے کے احساس سے روح کو تازگی عطا ہوتی ہے اور طبیعت میں نورانیت اور مزاج میں شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔یہ خدا کے ایک ہونے کا عقیدہ

ہے جس نے ظلم و انصاف، سخاوت و بخل، غیرت مندی اور بے غیرتی، شرم و حیا اور بے حیائی، نیکی اور بدی، اعلیٰ اور ادنیٰ اقدار کی تمیز سکھائی ہے۔

2۔ اعتکاف 2024ء شیخ الاسلام کے خطابات سے پیغام محبت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے اپنے ان خطابات میں پوری انسانیت کے لئے پیغام محبت دیا جن کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بندہ مومن کا دل اللہ رب العزت کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ. (مسلم، الصحیح، کتاب القدر، باب تصریف الله تعالى القلوب كيف شاء، 4: 2045، الرقم: 2654. ترمذی، السنن، کتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بين إصبعي الرحمن، 4: 448، الرقم: 2140)

”بنی آدم کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے وہ سب ایک ہی دل ہو اور وہ جیسے چاہتا ہے ان کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے“۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے دل سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کے مابین ہیں۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کے دلوں میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری ہی دراصل اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنا ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ اس ارشاد گرامی میں یہ دعا مانگی:

اللهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ. (مسلم، الصحیح، کتاب القدر، باب تصريف الله تعالى القلوب كيف شاء، 4: 2045، الرقم: 2654)

”اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔“

اعتکاف 2024 شیخ الاسلام کے خطابات کا پیغام محبت یہ ہے کہ اس بارگاہ کی طرف جھک جاؤ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہو جاؤ، اس کی جانب متوجہ رہو۔ جگہ جگہ جا کر ماتھا رگڑنے سے بچیں، دنیا داروں اور ظالم و جابر کے سامنے جانے سے باز رہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پہلے دن کے خطاب میں اپنا پیغام محبت دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سال اعتکاف میں ہماری یہ حاضری اللہ کی معرفت حاصل

کرنے، اللہ کے ساتھ اپنا تعلق محبت جوڑنے اور اللہ کے ساتھ اپنا تعلق بندگی مضبوط کرنے کے لیے ہے۔آپ نے نوجوان نسل کو مخاطب کرکے فرمایا:

”میری چھ راتوں کی نشستوں کے خصوصی موضوع کے مخاطب میرے بیٹے اور بیٹیاں یعنی وہ نوجوان نسل ہے جو راہِ حق سے بھٹک رہے ہیں ان کے اس فکری دکھ درد میں شریک ہو کر انہیں بکھر جانے او ربھٹک جانے سے بچانے کے لیے ان خطابات کے ذریعہ انہیں واپس بلا رہا ہوں۔یہ میرا اُن سے پیار اور میری محبت ہے ۔یہ نوجوان نسل میرے آقا ﷺ کی امت کے بچے بچیاں ہیں جو ہمارا مستقبل ہے۔“(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: خطاب نمبر:Ca-12، یکم اپریل2024ء)

اسی طرح شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے فرمایا کہ ہمارے دل مانند عرش ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان میں دنیاوی طلب و حرص کے بجائے مولا سے لو لگانے کی صلاحیتوں کو نکھارا جائے۔آپ نے فرمایا:

”اگر قلب کو ہوا و ہوس سے نکال لیں تو یہی قلب ایک لمحے میں عرش بن سکتا ہے۔شہر اعتکاف کے شب و روز دین و ایمان کو مضبوط و مستحکم کرکے اللہ کی معرفت اور چاہت و محبت کا طریق سیکھنے اور اس سے شوق و لو لگا کی باتیں سننے کی لذت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ محبت و معرفت باری تعالی کی جو لذت یہاں سے ملتی ہے اسے اپنی زندگی میں جاری کرکے اس پر عمل پیرا ہوں۔اپنا رویہ اور زندگی بھر کا پورا طور طریقہ قائم اسی لذت و محبت پر یوں استوار کریں کہ پھر کوئی لمحہ رضا الٰہی کے خلاف نہ گزرے۔ کوئی عمل اللہ کے امر و نہی کے خلاف نہ ہو۔اسی کے نتیجہ میں اللہ پاک ہمیں کرم اور لطف و انعام سے نوازے گا۔“(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: خطاب نمبر:Ca-15، 4اپریل2024ء)

پھر آپ نے فرمایا:

”جو اللہ کی تابعداری میں آجاتے ہیں ان کو مولا اپنی لذت محبت و عشق عطا کرتا ہے اور جن کو وہ اپنی محبت اور تعلق کی لذت دے دے پھر ان کی کیفیت تبدیل ہوجاتی ہے۔میرے نوجوان بیٹوں اور بیٹیوں آپ بھی اس ذات لایزال سے لو لگاکر اسی سے عشق و محبت او ر قرب کا ایسا تعلق پیدا کرو جو تمہیں اپنے دل و جان اور رگ و ریشے میں محسوس ہو اور اسی سے تمہیں

لذت و سرور کی کیفیات نصیب ہوں۔" (اقتباس از خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: خطاب نمبر: Ca-16، 5 اپریل 2024ء)

لوگ اپنے کاموں کے لیے جتنے چکر دفتروں کے لگاتے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پکاریں تو وہ جلدی کرم فرما دیں۔ لوگ اپنا کام نکلوانے کے لیے دوستوں اور افسروں کے دروازوں پر جا کر بیٹھتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ اس سے اگر چوتھائی وقت بھی مسجد و مصلیٰ کو دیں تو رب تعالیٰ جلد ہی آسانی پیدا کر دے گا۔

اللہ کے دروازے پر دستک دو کیونکہ جو اللہ پر ایمان لائیں اور پھر جم جائیں تو ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ فرمایا:

إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ۔ [فصلت، 41: 30]

"بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ (اِس پر مضبوطی سے) قائم ہوگئے، تو اُن پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور تم جنت کی خوشیاں مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"

اللہ کی ربوبیت پر جب انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ "رَبِّیَ اللہ" میرا رب اللہ ہے تو اُسے نہ کوئی خوف کھاتا ہے اور نہ اسے کسی حزن کا کھٹکا ہوتا ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے اذن سے ہو رہا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم اپنے رب پر بھروسہ کر کے اپنے جملہ معاملات کو اس کے سپرد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے ایسے بندوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہماری خرابی یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اپنی سوچ کے حوالے کیا ہے۔ نتیجتاً ہم نفسیاتی مریض بن گئے۔ اسی لئے ہم ڈپریشن اور ٹینشن کا شکار ہیں۔ اگر ہم اللہ کے دوست بن جائیں تو وہ اپنے دوستوں کو نور عطا کرتا ہے۔ فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ [البقرۃ، 2: 257]

"اللہ ایمان والوں کا کارساز (دوست) ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔"

جو لوگ یہ مان جائیں جو کچھ وہ رہا ہے اس کے اذن سے ہو رہا ہے۔ اس کائنات کو چلانے والا وہ سمیع و بصیر ہے۔ اہل ایمان کا ولی، پشت پناہ، مددگار اور حمایتی اللہ ہے تو وہ در در کی ٹھوکریں نہیں کھاتا۔

جسے یقین ہو جائے کہ اللہ میرا دوست و مددگار اور محافظ و حمایتی ہے کیا اس کو کسی اور کا کوئی خوف یا ڈر ہوگا؟ یقیناً نہیں ہوگا۔

مثال کے طور پر کسی علاقے میں ایک غریب کسان اور ایک بڑا چوہدری ہو۔اُس غریب کسان کو ہر وقت اندیشہ توہوگا کہ کوئی میری بھینس یا میرا بیل کھول کر نہ لے جائے۔لیکن اب اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ وہ جو بڑا چوہدری ہے وہ اس کا دوست ہے اب اس کے مال کو کوئی خوف ہوگا؟ اس کی بھینس کو کوئی ہاتھ ڈالے گا؟ اس کو کوئی اندیشہ ہوگا؟ ”نہیں“

کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ وہاں کا چوہدری یا جاگیر دار اس کا دوست ہے کوئی اس کے خلاف اقدام نہیں کرسکتا۔اس دنیا میں یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

اگر کسی کو یقین ہو کہ اللہ میرا مددگار ہے، وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے تو پھر اسے کسی اور کا کوئی خوف نہیں ہوگا کیونکہ کوئی شے اس سے بالا تر اور کوئی قوت اس سے زیادہ طاقتور نہیں ہے۔

یہی وہ بات ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمائی جو ایک طرح سے ایمان کا حاصل اور لب لباب ہے کہ دیکھو اچھی طرح اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ اگر تمام انسان مل کر بھی تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں نہیں پہنچا سکتے مگر جو کچھ اللہ نے لکھ دیا ہو۔اور تمام انسان مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہیں نہیں پہنچا سکتے مگر وہ شے جو اللہ نے طے کر لی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی بندہ کو کوئی نفع یا نقصان یا دکھ یا آرام پہنچانا چاہیں تب بھی اللہ کے حکم اور اس کے فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو نصیحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا غُلَامُ، إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا، احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ، فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ، فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، فَقَدْ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الْكُتُبُ، فَلَوْ جَاءَتِ الْأُمَّةُ يَنْفَعُونَكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ، لَمَا اسْتَطَاعَتْ، وَلَوْ أَرَادَتْ أَنْ تَضُرَّكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ لَكَ، مَا اسْتَطَاعَتْ.

(أحمد بن حنبل، المسند،1: 303، الرقم: 2763)

اے لڑکے! میں تجھے چند (مفید) باتیں بتاتا ہوں۔تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت

کر (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو) وہ تیری حفاظت کرے گا۔تو اللہ کے احکام کی حفاظت کر، تو اسے اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ۔جب تو مدد طلب کرے تو اللہ ہی سے مدد مانگ۔یاد رکھ ساری دنیا جمع ہو کر بھی تجھے فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ تجھے کسی بات کا فائدہ اور نفع نہیں دے سکتی، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کر رکھا ہے۔اور اگر سارے لوگ مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے اس نقصان کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کر رکھا ہو۔

اب ذرا یہ سوچیئے اگر اس حدیث مبارکہ پر ہمارا اعتقاد ہو تو کیا ہمیں یہ خوف لاحق ہوسکتا ہے کہ فلاں مجھے نقصان نہ پہنچا دے یا میری رپورٹ خراب نہ کر دے یا میری انکریمنٹ نہ رکوا دے، یہ میرا یہ نہ بگاڑ دے یا میرا فلاں نقصان نہ کر دے۔

اس کا ڈر ، اس کا خوف اس کی خوشامد یہ سب کچھ انسان کیوں کرتا ہے؟ جب یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اس کے ہاتھ میں میرا کوئی نفع ہے۔اس کے ہاتھ میں میرے لئے کوئی ضرر ہے۔یہ مجھے کوئی گزند پہنچا سکتا ہے۔یہ میرا کوئی کام بنا سکتا ہے یا یہ میری کوئی ضرورت پوری کرسکتا ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

لا حول ولا قوۃ اس کلمہ پر اگر دل ٹک جائے تو یہی وہ بات ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

اس کائنات میں نہ کوئی فاعل حقیقی ہے نہ کوئی موثر حقیقی ہے سوائے اللہ کے۔

ابن الحاج نے لکھا ہے :

لَا فَاعِلَ عَلَى الْحَقِيقَةِ إِلَّا اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى.

(ابن الحاج، المدخل، 4: 119)

”کسی شے میں کوئی تاثیر نہیں اگر اللہ نہ چاہے۔“

پانی ڈبو نہیں سکتا اگر اللہ نہ چاہے، آگ جلا نہیں سکتی اگر اللہ نہ چاہے زہر ہلاک نہیں کرسکتا اگر اللہ نہ چاہے۔اسی طرح دواء سے شفا ملتی ہے مگر اللہ کی مشیت سے۔

جب کوئی چیز اللہ کے اذن کے بغیر فائدہ نہیں دے سکتی تو تم در در پر جبیں رسائی کیوں کرتے ہو؟

الغرض جب جیب میں پیسے نہ ہوں تب بھی یہ یقین کہ اللہ ہے اور دل میں اطمینان ہے تو یہ اللہ پر ایمان ہے۔

3۔ایک خدا کو ماننے والا ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے خطابات 2024ء سے ہماری زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ جو بندۂ خدا تنگی و سختی اور مصائب وآلام میں مبتلا ہوا اور اس نے صبر و عزیمت کے ساتھ سخت حالات کو برداشت کیا تو اسے کامیابی و کامرانی اور عزت و و خوشحالی کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوگی۔اس لئے کہ عزتیں اور ذلتیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں۔وہ رب تعالیٰ ہی بندے کو صحت، عمر اور رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔اُسی نے اپنے پاک کلام میں بندوں کو یہ تعلیم دی:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ [آل عمران،3: 26]

”اور تُو جسے چاہے عزت عطا فرما دے اور جسے چاہے ذلّت دے، ساری بھلائی تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، بے شک تُو ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔“

عقیدہ توحید انسان کے اندر انقلاب پیدا کرتا ہے۔توحید یہ ہے کہ بندہ صدق دل سے اقرار کرے کہ اے اللہ !میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا مالک ہے۔اس سے بندے کے اندر خدا خوفی اور جوابدہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔بندہ ہر حال میں صابر وشاکر اور مطمئن رہتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.(مسلم، الصحیح، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر، 4: 2295، الرقم: 2999)

بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو خوشی اور راحت و آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اور اگر اسے کوئی دکھ

اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور موجبِ برکت ہوتا ہے۔

یعنی مومن ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے۔اگر اللہ مصیبت دے تو صبر کر کے فائدہ لے لیتا ہے۔اور اب نعمت دے تو شکر کے کے فائدہ لے لیتا ہے۔

مومن یہ یقین اور انشراح رکھتا ہے کہ جو میرے حق میں تھا میرے اللہ نے دے دیا جو میرے لیے بہتر تھا مجھے مل گیا۔اس کی زندگی مطمئن گزرتی ہے۔

جو انسان اپنی زندگی میں مطمئن رہنا چاہتا ہے تو ان خطابات کو سن کر خدا کے وجود پر اپنے یقین کو پختہ کرے اور پھر اس کے ثمر کو سمجھے اگر وہ چاہتا ہے کہ میری زندگی خوشحال ہو اور میں خوشی کے ساتھ وقت گزاروں تو وہ شیخ الاسلام کے ان خطابات کو بار بار سنے۔

اللہ رب العزت کے وجود کو مان کر جو انسان یہ سوچ لے کہ جو اس کے لئے بہتر ہے اس کے رب نے عطا کیا ہے۔اس یقین کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان نہ حسد کرے گا نہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر اس کے دل میں خیال پیدا ہو گا کیونکہ وہ رب کی تقسیم پر راضی برضا ہو گا۔رب کو ماننے والا شکوہ شکایت نہیں کرتا۔دنیا میں دکھ سکھ اور خوشی و ناخوشی سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی اس لیے ان بندگانِ خدا کے قلوب بھی صبر و شکر کی کیفیات سے ہمہ دم معمور رہتے ہیں۔اگر شکوہ ہو بھی تو صرف اللہ کی بارگاہ رحمت میں ہو۔قرآن پاک میں حضرت ایوبؑ کی مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

وَأَيُّوبَ إِذۡ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ [الأنبياء، 21: 83]

”اور ایوب (کا قصّہ یاد کریں) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف چھو رہی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔“

جو یہ کہتے ہیں کہ یہ میرے رب کا فیصلہ ہے وہ اپنی زندگی میں مطمئن رہتے ہیں۔وہ اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں کہ جس طرح اللہ نے چاہا میں نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری۔جو اللہ نے میرے لئے پسند کیا وہ والدین، وہ بہن بھائی او روہ رشتہ دار، گھر، خاندان مجھے عطا فرمایا۔

مومن خوشی و شادمانی اور رنج و الم کے حال میں شکر و صبر کے ساتھ کامیاب زندگی گزارتا ہے اور مطمئن ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے وجود اور عقیدۂ توحید پر پختہ ایمان رکھنے والا کسی کی مال و دولت دیکھ کرمرعوب نہیں ہوتا،کسی کی بڑی گاڑی اسے پریشان نہیں کرتی اور کسی کا بڑا بنگلہ اس کی طبیعت پر کوئی بوجھ نہیں ڈالتا۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کو ماننے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو آخرت کی زندگی پر یقین ہو جاتا ہے۔انسان ساری محنت آخرت کے لیے کرتا ہے۔اللہ کے وجود کو ماننے کا عقیدہ انسان کو اللہ کی راہ میں نکلنے کا شوق پیدا کرتا ہے۔

حرفِ آخر

شیخ الاسلام کے ان خطابات کے ذریعے جو بھی خیر کی بات اور خیر کے پہلو عیاں ہو رہے ہیں انہیں سمجھنے اور اس پر سوچنے کی ضرورت ہے۔

دوسروں کو یہ باتیں بتانےسے پہلے ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی بھی ضرورت ہے۔جو علم بھی ہم نے حاصل کیا ہے اس پر سب سے پہلا حق فیملی کا ہے کیونکہ جن لوگوں کا ہمارے مال پر پہلا حق ہے انہی کا ہمارے علم پر بھی پہلا حق ہے۔اگر کسی کاانتقال ہو تو مال جس آرڈر میں تقسیم کیا جائے گا علم تقسیم کرنے کی فکر بھی وہاں سے شروع ہونی چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بندگی کا حق ادا کرنے اس کے تقاضے نبھانے کی جدوجہد کی کوشش کی توفیق دے اس احساس کے ساتھ کہ بندگی کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ مگر اس ذمہ داری کے ساتھ کہ اس کی کوشش مجھے پوری کرنی ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کے زندگی کے امتحان آسان کر دے اور ہمیں نفسیاتی شفایابی عطا فرمائے۔ ہمیں وہ ایمان اور یقین عطا کرے جو ہمارے جسمانی وجود کے ہر خلیے پر اپنا ایک اثر پیدا کرے۔

ہمارے اندر وہ یقین پیدا ہو کہ ہمارے جسمانی وجود کے اندر بھی پیدا ہونے والے مسائل اس یقین کی برکت سے حل ہوں اور ہمارے نفسیاتی وجود اور مزاجی بناوٹ کے اندر بھی ایک بڑی خیر پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہ ذوق عطا کرے جو محبت کا ذوق ہے، اللہ تعالی ہمیں فراست کی نظر اور حکمت عطا کرے اور جو لوگ دنیا میں اچھا کام کر رہے ہیں ا ن سے محبت سے تعلق ، ان سے استفادہ اور ا ن کے لئے خیر کی دعا کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ خیر کا کام کرنے والوں کی کوششیں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین اور اساتذہ کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے اور ہماری اولادوں کو ہمارے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔

معزز قارئین! ان خطابات سے جو سیکھا ہے اس پرلازمی تجربہ کریں۔ جوابدہی کی عملی مشق اور اپنی فیملی و اپنے ساتھیوں اور اپنے حلقہ احباب سے ضرور شیئر کیجئے گا کہ یہ یقین باٹنا ایک بڑا کار خیر اور ہمارے حق میں صدقہ جاریہ ہے۔

اختتامی گذارشات

حضور سیدی شیخ الاسلام کے خطابات 2024ء میں تمام اہل ایمان اور نبی نوع انسان کے لئے اللہ پر ایمان اور یقین کو قائم رکھنے کی روشن دلیلیں موجود ہیں۔ میں نے بطور طالب علم ان خطابات سے چند مضامین اخذ کرکے قارئین کے لیے ان پر آرٹیکلز مرتب کرنے کی جسارت کی ہے۔ جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ رب العزت پر ایمان موجود ہے وہ ان سیریز کے ذریعے اپنے مقاصد بندگی کی تکمیل اور اپنے ذوق بندگی کے تحفظ کی کوشش کرتے رہیں، اور جن

کے دل میں تشکیک و ابہام پیدا ہو رہا ہے وہ فوری طور پر شعوری کوشش کرکے اپنی سوچوں کے بے لگام دھارے کو اپنی ایمانی گرفت میں لے آئیں۔ وہ لوگ جن کا انسانی بھائی چارے پر ایمان ہے وہ نیک نیتی کے ساتھ متحد ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے ان خطابات سے رہنمائی لے کر ان کے ایمان بچانے کی کوشش کریں۔

بلاشبہ شیخ الاسلام کے یہ خطابات اس ذات حق کے نام ہیں جس نے تمام انسانوں کو تخلیق کیا اور کل بنی نوعِ انسانی کو حقوق وواجبات اور عزت و شرافت میں برابر پیدا فرمایا اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح زندگی گزارنے کی دعوت دی ہے تاکہ وہ اس کی زمین کو آباد کرسکیں نیز خیر و بھلائی، پیار و محبت، عقیدہ و یقین اور امن و سلامتی کر فروغ دے سکیں۔

خطبات 2024ء کی یہ سیریز اس تصور آزادی اور انسانی حریت و حرمت کے نام ہیں جو رب کریم نے ہر بشر کو ودیعت کر رکھی ہے۔

راقمہ کی ان خطابات پر چنے گئے کچھ الفاظ اور تحریر کی جانے والی چند سطریں اس شخصیت (شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی) کے نام ہیں جو مشرق و مغرب میں رہنے والے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے دین حق کی رہنمائی کا عظیم فریضہ سر انجام دیں رہے ہیں۔

خطابات کی یہ سیریز مشرق و مغرب اور شمال و جنوب اور ہر اس شخص کے درمیان رمز و علامت بن سکتی ہیں جس کا یہ ایمان ہو کہ اللہ رب العزت موجود ہے اور اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہی ہمارا خالق و مالک ہے تاکہ ہم ایک دوسرے کو جان سکیں، آپس میں تعاون کرسکیں اور آپس میں محبت کرنے والے بھائیوں کی طرح زندگی گزار سکیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام نے ان خطابات کے ذریعے عقیدۂ توحید کا جس انداز میں پرچار کیا اگر اِن کا یہ پیغام محبت پوری دنیا میں پھیل جائے تو کم از کم ہم عقیدہ لوگوں کے مابین ایسی امن و سلامتی کی ایسی فضا قائم ہو کہ تمام لوگ اس عقیدۂ توحید کے سائے میں خوشی خوشی مطمئن اور پُر یقین زندگی گزار سکیں۔

ٹائم مینجمنٹ کے بنیادی اصول

سمیہ اسلام

ورکنگ ویمن کے لیے ٹائم مینجمنٹ ایک اہم عنصر ہے جو نہ صرف ان کی پروڈکٹیوٹی میں اضافہ کرتا ہے بلکہ ان کی ذاتی زندگی میں بھی سکون اور توازن برقرار رکھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ آج کے تیز رفتار دور میں، جب کام کی ذمہ داریاں اور ذاتی زندگی کے تقاضے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں، مناسب ٹائم مینجمنٹ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ورکنگ ویمن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں تاکہ وہ اپنی روزمرہ کی تمام ذمہ داریوں کو بخوبی نبھا سکیں اور ساتھ ہی اپنے ذاتی وقت کی قدر بھی کر سکیں۔ صحیح منصوبہ بندی اور تنظیم کے ذریعے، وہ نہ صرف کام کی جگہ پر کامیاب ہو سکتی ہیں بلکہ اپنے ذاتی اہداف کو بھی حاصل کر سکتی ہیں۔

ٹائم مینجمنٹ کے سنہری اصول ورکنگ ویمن کو اپنے کام اور ذاتی زندگی کے بیچ ایک مضبوط توازن قائم رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ جب آپ اپنے وقت کی بہتر منصوبہ بندی کرتی ہیں، تو آپ کام کے دباؤ کو کم کر سکتی ہیں اور اپنی توانائی کو صحیح طریقے سے خرچ کر سکتی ہیں۔ ان اصولوں کی مدد سے ورکنگ ویمن اپنے دن کو مؤثر طریقے سے ترتیب دے سکتی ہیں، اہم کاموں کو ترجیح دے سکتی ہیں، اور غیر ضروری سرگرمیوں سے بچ سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ، ٹائم مینجمنٹ کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ آپ کو ذہنی سکون فراہم کرتا ہے کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ آپ نے اپنے کاموں کو ترتیب سے کیا ہے اور آپ کے پاس

وقت ہے اپنے ذاتی امور کو بھی مکمل کرنے کے لیے۔ انسان کو زندگی میں حاصل ہونے والی کوئی کامیابی وقت کی پابندی کے بغیر ممکن نہیں، اگر آپ اپنی زندگی میں مختلف کاموں کو کو کل کروں گا یا کروں گی پر ٹالنے والے شخص ہیں تو آپ کا طرز زندگی تبدیلی مطالبہ کر رہا ہے اور وہ تبدیلی ٹائم مینجمنٹ ہے۔

گھر میں بچے ہوں تو ماؤں کے لیے چیزیں ترتیب دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا ہے۔ بچوں کو دیکھنا، ان کے کھانے پینے اور ضروریات کا خیال رکھنا ماؤں کے ذہن پر سوار رہتا ہے۔ بچوں کی موجودگی میں ہر آئے دن افراتفری کا سامنا رہتا ہے، تاہم چند باتوں پر عمل پیرا ہو کر ورکنگ مائیں اپنے وقت کا زیادہ بہتر اور زیادہ موثر استعمال یقینی بنا سکتی ہیں۔ آپ کو سپر موم بننے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہر کام آپ کو خود ہی کرنا ہے۔ جب آپ وقت کی کمی کا شکار ہوں تو دیگر وسائل استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ورکنگ ویمن کے لیے ٹائم مینجمنٹ کے سنہری اصول نہ صرف کام کے حوالے سے کارکردگی بڑھانے میں مدد دیتے ہیں بلکہ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو بھی بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آیئے ان اصولوں پر مزید تفصیل سے بات کرتے ہیں:

1. پلاننگ اور ترجیحات کا تعین کریں

روزانہ کی منصوبہ بندی: ہر روز کا آغاز ایک اچھے پلان کے ساتھ کریں۔ اپنے کاموں کو تحریر کریں اور ان کو ترجیحات کی بنیاد پر ترتیب دیں۔ ایسے کام جو فوراً کرنے ضروری ہوں، ان کو سب سے پہلے نمٹائیں۔

ہفتہ وار منصوبہ بندی: ہفتہ کے آغاز میں اپنی ہفتہ بھر کی منصوبہ بندی کریں، تاکہ آپ کو پورے ہفتے کا کام پیشگی پتہ ہو اور آپ کسی بھی کام کو آخری لمحے پر نہ چھوڑیں۔

ٹاسک کی درجہ بندی: آپ کاموں کو تین اقسام میں تقسیم کر سکتی ہیں:

- ضروری کام (جیسے کسی پروجیکٹ کی ڈیڈ لائن)۔
- اوسط اہمیت کے کام (جیسے روزانہ کی ای میلز یا چھوٹے انتظامی کام)۔
- کم اہم کام (جیسے کچھ معلومات حاصل کرنا جو فوراً ضروری نہ ہوں)۔

2. ٹاسک کو مختلف حصوں میں تقسیم کریں

جب آپ کو کوئی بڑا اور پیچیدہ کام سونپا جائے تو اسے چھوٹے حصوں میں تقسیم کریں تاکہ ہر ایک حصے پر توجہ مرکوز کی جاسکے۔

ٹائم بلاکنگ تکنیک: ایک مخصوص وقت میں ایک کام پر کام کرنے کے لیے اپنے دن کو بلاک کریں۔ مثلاً، 9 سے 11 بجے تک ای میلز چیک کرنا اور 11 سے 1 بجے تک پروجیکٹ پر کام کرنا۔

ہر چھوٹے حصے کو مکمل کرنے کے بعد خود کو چھوٹا انعام دیں تاکہ آپ کا موٹیویشن برقرار رہے۔

3. مؤثر کام کا ماحول بنائیں

کام کی جگہ کی تنظیم: آپ کی کام کی جگہ پر سب کچھ منظم اور صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ ایک بے ترتیب اور گندا ماحول ذہنی دباؤ پیدا کرتا ہے۔

ڈیسک آرگنائزر استعمال کریں: اہم کاغذات یا چیزوں کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں تاکہ آپ کو بار بار ان کی تلاش نہ کرنی پڑے۔

4. ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھائیں

موبائل ایپلیکیشنز: مختلف ٹائم مینجمنٹ ایپلیکیشنز کا استعمال کریں، جیسے کہ:

Google Calendar: اپنے کاموں کا شیڈول بنانے کے لیے۔

یاددہانی: اپنے کاموں کی یاددہانی کے لیے ایپلیکیشنز کا استعمال کریں تاکہ آپ کوئی کام بھول نہ جائیں۔

5. دھیان مرکوز رکھیں (Focus)

غیر ضروری چیزوں سے بچیں: سوشل میڈیا، موبائل فون، اور ای میل چیک کرنا آپ کی کارکردگی کو کم کر سکتا ہے۔ اپنے کام کے دوران ان سے دور رہنے کی کوشش کریں۔

سیٹ ڈیڈلائنز: ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کریں، اور اس وقت میں ہی کام مکمل کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ اپنے دھیان کو اس کام پر مرکوز رکھ سکیں۔

اپنے وقت کو پروڈکٹیو بنائیں: خود کو جانیں اور یہ سمجھیں کہ آپ کس وقت زیادہ فوکس ہو کر کام کر سکتی ہیں۔ اگر آپ کا دماغ صبح سویرے عموماً تیز چلتا ہے تو اہم کام صبح کے اوقات میں کریں۔

6. 'نہیں' کہنا سیکھیں

کام کی اوورلوڈنگ سے بچیں: اگر آپ کے پاس کام کا بوجھ بہت زیادہ ہے تو نئے کاموں کو لینے سے انکار کریں یا ان پر بعد میں کام کرنے کا وعدہ کریں۔

اچھے انداز میں جواب دیں: جب آپ کو کسی کام کی درخواست کی جاتی ہے، تو فوری طور پر جواب نہ دیں۔ اگر آپ کو لگے کہ آپ اس کام کو اچھے طریقے سے نہیں کر پائیں گی تو آپ اس سے مؤدب طریقے سے انکار کر سکتی ہیں۔

وقت کی قدر کریں: آپ کا وقت قیمتی ہے، اور آپ کو اس کا صحیح استعمال کرنا سیکھنا ہو گا۔

7. آرام کا وقت مختص کریں

آرام کیلئے وقت نکالیں: اپنے دن میں کم از کم 15-20 منٹ کا وقفہ ضرور رکھیں تاکہ آپ ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔

نیند کی اہمیت: اچھی نیند آپ کی جسمانی اور ذہنی صحت کے لیے ضروری ہے۔ اگر آپ کم نیند لیں گی تو آپ کی پروڈکٹیویٹی متاثر ہو گی۔

ورزش اور مراقبہ: روزانہ کی ورزش یا مراقبہ آپ کو توانائی فراہم کرتا ہے اور آپ کے دماغ کو تازہ رکھتا ہے۔

8. روزانہ کا جائزہ لیں

اپنے امور کا جائزہ لیں: دن کے اختتام پر اپنے کاموں کا جائزہ لیں تاکہ آپ کو یہ پتہ چل سکے کہ آپ نے کیا حاصل کیا اور کہاں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔

خود احتسابی: اپنے کام کی کارکردگی کا خود جائزہ لیں۔ اگر کوئی کام آپ کے پلان کے مطابق نہیں ہوا تو اس کی وجوہات جاننے کی کوشش کریں اور اسے مستقبل میں بہتر بنانے کے لیے اقدامات کریں۔

سیکھنے کے عمل کو ترجیح دیں: ہمیشہ سیکھنے کی کوشش کریں کہ کسی بھی کام کی تشکیل کے لیے آپ کیا بہتر طریقہ اختیار کر سکتی ہیں تاکہ اگلے دن آپ زیادہ مؤثر ہوں۔

9. پر سکون رہیں اور زیادہ نہ سوچیں

ذہنی سکون: جب کام کا بوجھ زیادہ ہو، تو خود کو پریشان نہ کریں۔ اس بات کو سمجھیں کہ آپ کا ذہنی سکون اور صحت سب سے زیادہ اہم ہے۔

سٹریس مینجمنٹ: خود کو پر سکون رکھنے کے لیے یوگا، گہری سانسیں لینے کی مشقیں، یا تھوڑی دیر کے لیے کسی پسندیدہ سرگرمی میں مشغول ہونے کی کوشش کریں۔

مثبت سوچ: اپنے آپ کو مثبت اور پر امید رکھنے کی کوشش کریں، چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔

یہ تمام اصول ورکنگ ویمن کو اپنے کام کے دوران زیادہ مؤثر، پر سکون اور کامیاب بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ ان پر عمل کر کے آپ اپنے کام اور ذاتی زندگی کے توازن کو بہتر بنا سکتی ہیں۔

ورکنگ ویمن کے لیے اپنے کام اور ذاتی زندگی میں توازن قائم رکھنا ایک چیلنج ہو سکتا ہے، لیکن صحیح اصولوں اور حکمت عملیوں کو اپنانے سے یہ احسن انداز میں ممکن ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے، اپنے وقت کی منظم منصوبہ بندی بہت ضروری ہے تاکہ آپ کام کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے ذاتی وقت کے لیے بھی جگہ نکال سکیں۔ اس کے علاوہ، اپنی ترجیحات کا تعین کرنا اور ضروری کاموں کو پہلے مکمل کرنا ایک کامیاب ورکنگ ویمن کا راز ہے۔ یہ اصول نہ صرف آپ کی کام کی کارکردگی کو بڑھاتے ہیں بلکہ ذہنی سکون کو بھی یقینی بناتے ہیں، کیونکہ آپ اپنے وقت اور توانائی کو بہتر طریقے سے منظم کر پاتی ہیں۔

اس کے علاوہ، ورکنگ ویمن کو اپنے جذبات اور ذہنی حالت کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ وہ پریشانیوں اور دباؤ سے بچ سکیں۔ یوگا، میڈیٹیشن، اور دیگر ذہنی سکون کے طریقے اپنانا ذہنی صحت کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ جب آپ اپنے ذہن کو سکون دیتی ہیں تو نہ صرف آپ کی کارکردگی میں بہتری آتی ہے بلکہ آپ کی ذاتی زندگی بھی زیادہ خوشگوار اور متوازن محسوس ہوتی ہے۔ ان اصولوں پر عمل کر کے آپ نہ صرف اپنے کام میں کامیاب ہو سکتی ہیں بلکہ اپنے ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں بھی سکون اور خوشی کا تجربہ کر سکتی ہیں۔

ورکنگ ویمن کے لیے کامیابی کا ایک اور اہم اصول یہ ہے کہ وہ اپنے کام کے دوران صحت اور فلاح و بہبود کو ترجیح دیں۔ یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے جسمانی اور ذہنی صحت کا خیال رکھیں، تاکہ آپ کام کی سختیوں سے نمٹنے کے لیے توانائی اور حوصلے سے بھرپور رہیں۔ باقاعدگی سے ورزش کرنا، متوازن غذا کھانا اور مناسب نیند لینا آپ کی توانائی کی سطح کو برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جب آپ کی صحت اچھی ہوتی ہے تو آپ اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں زیادہ مؤثر اور پُر سکون رہ پاتی ہیں۔

ایک اور اہم اصول یہ ہے کہ ورکنگ ویمن کو اپنے آپ کو مسلسل سیکھنے اور ترقی کے مواقع فراہم کرنے چاہئے۔ نئے ہنر سیکھنا اور اپنے شعبے میں جدید ترین رجحانات سے آگاہ رہنا آپ کو نہ صرف اپنی فیلڈ میں مزید کامیاب بناتا ہے بلکہ آپ کو پیشہ ورانہ ترقی کے نئے دروازے بھی کھولتا ہے۔ اس کے علاوہ، اپنے کام کے دوران آرام اور تفریح کے لیے وقت نکالنا ضروری ہے تاکہ آپ کا ذہن تازہ رہے اور آپ مزید مؤثر طریقے سے کام کر سکیں۔ اپنے کام میں توازن اور سکون لانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے آپ کو ایک اہم فرد کے طور پر دیکھیں اور اپنی زندگی میں خوشی اور سکون کو بھی ترجیح دیں۔

روح اور نفس کی حقیقت

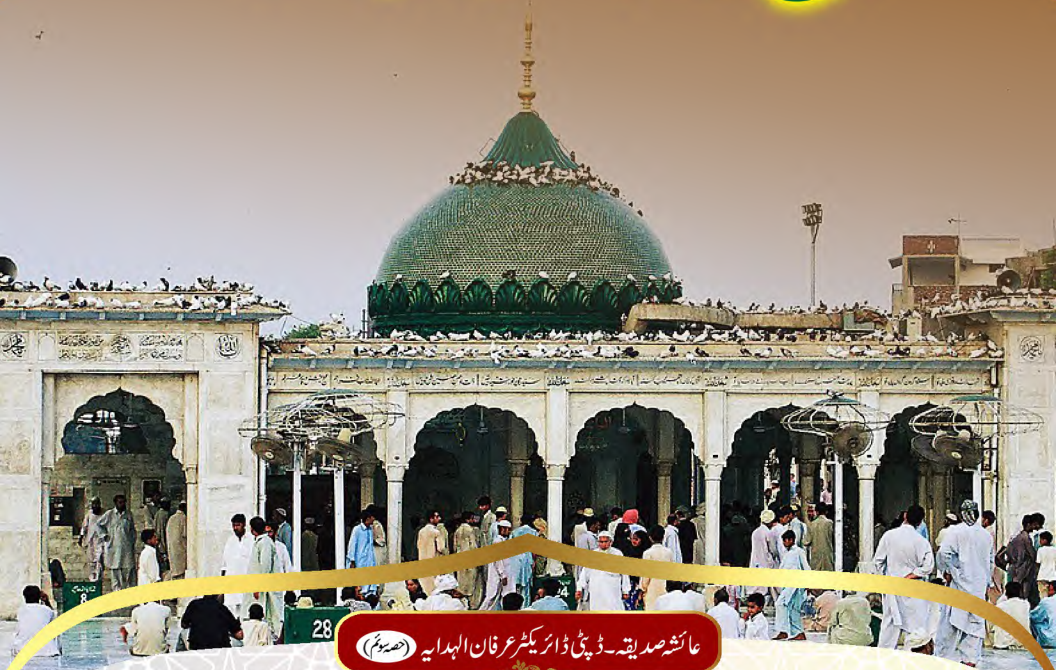

عائشہ صدیقہ۔ڈپٹی ڈائریکٹر عرفان الہدایہ (حصہ سوئم)

روح کا موضوع انسانی دنیا میں اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان خود قدیم ہے۔انسانوں کی دنیا میں دو طرح کا علم ہے۔ایک عقلی علم (وہ علم جو انسان کی عقل تک محدود ہے)اور دوسرا غیر عقلی علم (وحی الہیٰ کا علم جو انبیاء کے وسیلہ سے ہم تک پہنچتا ہے)۔قرآن حکیم کے علم کے مطابق یہ کائنات عدم سے وجود میں آئی ہے۔علامہ غلام احمد پرویز نے اپنے تبویب القرآن میں اس طرح لکھا ہے کہ ”خلق وامر دونوں خدا کے لئے ہیں۔“ جس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ امر وہ مرحلہ ہے جب کائنات ابھی وجود میں نہیں آئی تھی تو اس مرحلہ میں تخلیق کی جانے والی شے کی (Direction) متعین کی جاتی ہیں۔اور جب کائنات عدم سے وجود میں آگئی تو وہ تمام اشیاء خلق ہونا شروع ہو گئیں۔روح کا تعلق بھی عالم امر سے ہے۔(پرویز، غلام احمد(1999)، تبویب القرآن، لاہور، طلوع اسلام ٹرسٹ، ج:۲، ص:156)

قرآن حکیم نے ان کو بھی روح کہا ہے ملائکہ ،وحی،روح القدس(جبرئیل امین)اور انسان کے متعلق بھی فرمایا کہ

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ(سورۃ الحجر آیت 29)

روح کے بارے میں بے شمار تصورات ہیں کوئی بھی انسان روح کی ماہیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ قدیم تصورات کے مطابق روح کو مادے کی لطیف شکل سمجھا جاتا تھا جو کہ انسان کے عقلی علم کی قیاس آرائی ہے۔ لہٰذا قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے کہ

وَيَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۃ بنی اسراءیل، آیت 85)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ فرما رہا ہے روح رب کا امر ہے اور انسان اس کی ماہیت کو نہیں جان سکتا کیونکہ انسان کو بہت کم علم دیا گیا ہے۔

کچھ لوگ روح کو توانائی بھی سمجھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ توانائی مادے کی ضد ہے۔ لیکن یہ بھی تصور باطل ہے۔ روح اس توانائی کے تصور سے کوسوں دور ہے۔ توانائی مادے کی پیداوار ہے اور اسی سے مادیت پسند یہ قیاس آرائی کرتے ہیں کہ نفس مادے کی پیداوار ہے جو کہ ایک باطل نظریہ ہے۔ روح کے بعد نفس ہے. اگر ہم قرآن پاک پر غور کریں تو یہ حقیقت افشاں ہو گی کہ انسان کو اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے اور پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔ جب روح اس جسم میں پھونک دی جاتی ہے تو یہ روح نفس کی حالت میں آ جاتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن پاک نے نفس کی تین حالتیں بیان فرمائی ہیں:

نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس مطمئنہ

قرآن پاک میں تینوں کا ذکر اس طرح ہے. جس کا مفہوم قرآن میں کچھ اس طرح درج ہے:

نفس امارہ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ یوسف ، آیت 53)

اور میں اپنے نفس کی برات (کا دعوی) نہیں کرتا، بیشک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرمادے۔ بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے حیوانی جذبات اُسے برائی کے لئے اکساتے رہتے ہیں۔ اس سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس پر خدا رحم کرے۔ وہی، اس قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھنے والا اور مرحمت کرنے والا ہے۔

نفس لوامہ

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (سورۃ القیامۃ، آیت 2)

اور میں قسم کھاتا ہوں (برائیوں پر) ملامت کرنے والے نفس کی۔

خدا کا قانون مکافات ایک حقیقتِ ثابتہ ہے۔ انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ برآمد کرتا ہے' خواہ وہ اس دنیا میں اس کے سامنے آجائے' خواہ مرنے کے بعد۔

نفس مطمئنہ

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ (سورۃ الفجر، آیت 27)

اے اطمینان پا جانے والے نفس۔

روح کی حقیقت

روح کے بارے میں علم ہونا ضروری ہے اور عقل اس کی کیفیات سے عاجز ہے۔ جب یہودیوں کے کہنے پر کفار قریش نے نضر بن حارث کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روح کے متعلق دریافت کریں تو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو یہ بات ثابت کرنے کو فرمایا:

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ (سورۃ ابنی اسرائیل ۱۷: ۸۵)

"اے حبیب مکرم ﷺ یہ آپ سے روح کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔"

قل الروح من امر رب۔ سورۃ ابنی اسرائیل ۸۵:۱۷

"فرما دیجیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔"

روح سے متعلق نبی کریم ﷺ کا خود فرمان ہے:

الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف ۔(بخاری محمد بن اسماعیل، (س ن)، صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، بیروت لبنان، دار المعرفہ، رقم الحدیث ۳۳۳۴)

"ارواح ایک جمع شدہ لشکر ہیں اُن میں جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں وہ محبت سے ملے ہوئے ہیں اور جو ایک دوسرے سے ناواقف ہیں وہ مختلف ہیں۔"

سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں روح سے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ اُن میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ

الروح ھو الحیوۃ یحی بہ الجسد ۔(ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب، (مترجم سید محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء، داتا دربار کمپلیکس، ص ۴۴۰)

"روح وہ زندگی ہے جس سے جسم زندہ رہتا ہے۔"

اور دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ

هو غير الحيوة ولا يوجد الحيوة الا معها كما لا يوجس الروح الا مع الجسد وان لا يوجد احدهما دون الاخر كالالم و العلم بها لانهما شيئان لا ۔ (ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب، (مترجم سید محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء، داتادربار کمپلیکس، ص ۴۴۰)

''روح بلا حیات ایک جوہر ہے جس کے بغیر زندگی کا وجود رواں نہیں ہوتا جیسے روح بغیر جسم کے معتدل نہیں ہوتی اور ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اگر وجود نہ ہوتا تو احساس بھی معدوم ہوتا جیسے درد اور درد کا علم تو جسم اور روح دونوں ایسی چیزیں ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں۔''

پھر جمہور کا مؤقف بیان کرتے ہوئے جمہور مشائخ اور اہل سنت کا مؤقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ روح عینی جوہر ہے نہ کہ وصفی۔ اجرائے عادت اللہ کے موافق صفات کو پیدا کرتی ہے اور حیات انسان کی صفت ہے اور اسی وجہ سے اُسے زندہ جانا جاتا ہے لیکن روح اللہ تعالیٰ کے امر سے انسانی جسم میں ودیعت ہوتی ہے۔

حضرت ابو بکر واسطی نے روح کے بارے میں جو بیان کیا ہے اُس کے مطابق روح دس مقامات پر قائم ہے۔

۱۔ اول خطاکاروں کی روحیں ہیں جو ظلمت کدہ عذاب میں مقید ہیں وہ نہیں جانتیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔

۲۔ دوسرے نیکوکار، پارسا اور زاہدوں کی روحیں ہیں جو آسمانوں میں اپنے اعمال کے بدلے میں خوشی و مسرت سے رہ رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مسرور ہیں۔

۳۔ تیسری ارواح مریدان ہیں جو چوتھے آسمان میں صدق اعمال کی لذات کے ساتھ ملائکہ کے ساتھ رہ رہی ہیں۔

۴۔ چوتھے نمبر پر اُن لوگوں کی روحیں ہیں جو اہل منن سے ہیں وہ عرف کی قنادیل میں رہتی ہیں اور اُن کی غذا رحمت اور اُن کا پینا لطف اور قربت الٰہی ہے۔

۵۔ پانچویں نمبر پر اہل وفا کی روحیں ہیں جو حجاب صفا و مقام اصطفیٰ میں باعیش و ترب ہیں۔

۶۔ چھٹے نمبر پر شہداء کی ارواح ہیں جو بہشت کے اجسام میں ریاض خلد میں ہیں وہ جہاں چاہیں سیر کریں اُن کے لئے وقت اور جگہ کی کوئی قید نہیں۔

۷۔ ساتویں نمبر پر مشتاقان کی ارواح ہیں جو پردہ انوار و صفات میں بساط ادب پر مقیم ہیں۔

۸۔ آٹھویں نمبر پر ارواح عرفان ہیں جو کوشک قدس میں شب و روز کلام الٰہی سننے میں محو ہیں اور وہ اپنا مقام بہشت اور دنیا دونوں دیکھتے ہیں۔

۹۔ نویں نمبر پر دوستانِ خاص کی ارواح ہیں جو مشاہدہ جمال اور مقام کشف میں مستغرق ہیں اور وہ جمال و جمیل کے سوا کسی کو نہیں جانتیں یعنی محبوب کے جلوے کے سوا کسی سے نیاز مندی نہیں رکھتیں۔

۱۰۔ دسویں نمبر پو درویشوں کی روحیں ہیں جو مقام فنا میں مقرب ہیں اُن کے اوصاف متبدل اور اُن کے حال متغیر ہیں۔

نفس کی حقیقت

کشف المحجوب میں حقیقت نفس کے ضمن میں سید علی بن عثمانؒ بیان کرتے ہیں کہ نفس کے لغوی معنی کسی شے کے وجود کے ہیں یا ذات اور حقیقت کے معنی میں مروج ہے۔ حتی کی علماء اس کا معنوی استعمال متضاد معنی میں کرتے ہیں۔

بااعتبار عرف ایک گروہ نفس بمعنی روح لیتا ہے۔اور ایک گروہ کے نزدیک نفس بمعنی مروت ہے ۔ایک گروہ کے نزدیک نفس بمعنی جسد و جسم ہے، ایک گروہ نفس کو خون کے معنی میں استعمال کرتا ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک مذکورہ معنٰی میں سے کوئی بھی درست نہیں ہے بلکہ اُن کی نفس کے بارے میں تحقیق کے مطابق "متبع شر "اور" قائد سوء" کا نام نفس ہے۔ایک جماعت کے مطابق نفس ایسی شے ہے جو انسان کے دل میں رکھی گئی ہے اور وہ انسان کے اندر روح کی مثل لازم ہے اور ایک جماعت کے مطابق نفس ایسی صفت کا نام ہے جو قلب انسانی میں مثل حیات موجود ہے۔ نفس کی حقیقت کو پہچاننا اللہ تعالی کی معرفت کی کنجی ہے۔یعنی جس نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے وہ آئینے کی مثل شفاف ہو جاتا ہے جس پر دیدارِ الٰہی کی کرنیں منکشف ہو کر انسانی وجود کو پُر نور کر دیتی ہیں اور بندہ بے اختیار واحدانیت کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

لیکن محققین صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفس سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے انسان میں اخلاق رزیلہ اور افعال خبیثہ کے ارادے پیدا ہوں چنانچہ نفس کی مخالفت میں عبادت کا راز مضمر ہے جو کہ انسان کی نجات کا باعث ہے اور نفس کی موافقت انسان کی ہلاکت ہے۔(ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب، (مترجم سید محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء، داتا دربار کمپلیکس، ص ۳۵۴)

نفس کی مخالفت اور مذمت کرنے والوں کے لئے قرآن مجید میں خوشخبری ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ (سورۃ النازعات ۷۹:۴۱،۴۰)

"جنہوں نے نفس کی خواہشات کو روکے رکھا تو اُن کا ٹھکانہ جنت ہے۔"

سید علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں نفس کے بارے میں حضرت ذوالنون مصری کا قول نقل کرتے ہیں:

اشد الحجاب رویۃ النفس و تدبیرھا۔ (ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب، (مترجم سید محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء، داتا دربار کمپلیکس، ص ۳۶۱)

"بندے کا سخت ترین حجاب نفس کو دیکھنا ہے اور اُن کی تدبیر کا اتباع ہے۔"

اس لئے کہ نفس کی پیروی کرنا حق تعالی کی مخالفت ہے اور مخالفتِ حق تمام حجابوں کا سرچشمہ ہے۔

خواہشات نفس کی حقیقت

انسان کی زندگی میں نفس اور خواہشات کا بہت اہم کردار ہے اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالی نے ہر انسان کو متحرک اور فعال رکھنے اور علم و فن میں کمال کی جانب گامزن کرنے کے لئے اُس کے وجود میں کچھ محرکات رکھے ہیں اور انسان کی تمام ارادی اور غیر ارادی حرکات اور مادی و معنوی ترقی انہی محرکات کی مرہون منت ہے۔ یہ محرکات چھ قسم کے ہیں پہلا فطرت، دوسرا عقل، تیسرا ارادہ، چوتھا ضمیر، پانچواں قلب و صدر اور چھٹا اور اہم محرک ہوئیٰ ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى (سورۃ النازعات ۷۹: ۴۱،۴۰)

"اور جس نے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف رکھا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا تو پس اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔"

خواہشات نفس سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

احذرو اهوائكم كما تحذرون اعدائكم فليس شی ء اعدى للرجال من اتباع اهوائهم و حصائد السنتهم (مجلسی، محمد باقر، (س ن)، بحار الانوار، دار لکتب الاسلامیہ، ج ۴۷، ص ۸۲

"تم اپنی خواہشات سے اُسی طرح ڈرتے رہا کرو جس طرح تم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہو، کیونکہ انسان کے لئے خواہشات کی پیروی اور زبان کے نتائج سے بڑا کوئی دشمن نہیں ہے۔"

حضرت علی المرتضی سے مروی ہے کہ:

اخوف ما اخاف على امتى اتباع الهوى و طول الامل (البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، (۲۰۱۷ء)، شعب الایمان، کراچی، دار الاشاعت، ج ۱۳، ص ۱۷۲

”مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف رہتا ہے خواہشات نفس کی پیروی اور طویل اُمید کا ہونا۔“

سید علی ہجویری خواہشات نفس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے دو گروہوں کے مؤقف کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک گروہ کے نزدیک خواہش نفس کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک خواہش اُس ارادے کا نام ہے جو نفس میں مدبر اور متصرف ہو، جیسے عقل روح سے اور ہر وہ روح جس میں عقل سے کوئی قوہ نہ ہو وہ ناقص ہے اور ہر وہ نقص کہ اس میں ہویٰ کا کوئی قوہ نہ ہو وہ بھی ناقص ہے۔ تو نقصِ روح قربت ہے اور نقصِ نفس عین قربت، اور ہمیشہ ہر بندہ کے لئے عقل اور ہویٰ کی طرف سے دعوت رہتی ہے۔ لیکن جو عقل کی دعوت کا پیرو ہو وہ ایمان حاصل کر لیتا ہے اور جو ہویٰ کی دعوت قبول کرلے وہ گمراہی اور کفر پر ہو گیا۔ تو ہویٰ واصلین کے لئے حجاب ہے مخنثوں، نا مردوں کے حق میں ان کا ملجا و ماوی ہے۔

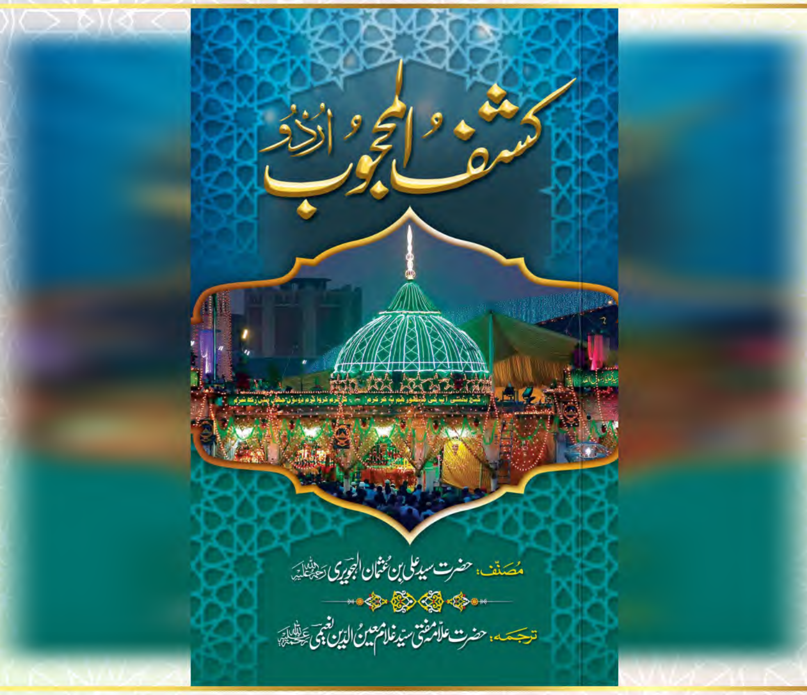

کشف المحجوب میں سید علی ہجویری نے ہویٰ کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

ایک ہوائے لذت و شہوات

دوسری ہوائے جاہ خلق و ریاست

وہ شخص جو خواہشات لذات و شہوات کا پیرو کار ہوتا ہے وہ شغل خرابات کے لئے شراب خوری اور قمار بازی جیسے افعال میں ملوث رہتا ہے اور اُس سے مخلوق ہر قسم کے فتنہ کی طرف سے مامون رہتی ہے اور جو شخص خواہشات جاہ وریاست کا پیرو کار ہوتا ہے وہ دیر میں عجلت نشینی کرتا ہے۔ اس قسم میں فتنہ خلق لازمی امر ہوتا ہے کہ خود کو راہ ہدایت سے گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ مخلوق کو بھی گمراہی کے راستے کی طرف بلاتا ہے۔

جس شخص کی تمام حرکات حرص وہوس اور خواہشات کی عین تابع ہوں خواہ وہ انسان آسمان پر ہی کیوں نہ پرواز کر رہا ہو تو وہ قرب الٰہی سے بعید اور محروم رہے گا اور جو شخص خواہشات نفس سے اعراض کرتا ہو وہ اگرچہ بت خانے میں ہی کیوں نہ ہو قرب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں سنا کہ روم میں ایک راہب ہے جو ستر سال سے رہبانیت میں گرجا گر کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے کہ رہبانیت کی انتہائی مدت چالیس سال ہے یہ کس لئے ستر سال سے اس گرجہ میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کیا۔ جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے دریچہ کھول کر مجھ سے کہا: " ابراہیم مجھے معلوم ہے جس غرض سے تم میرے پاس تشریف لائے ہو۔ میں ستر سال سے ادھر رہبانیت کے لئے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میرے پاس ایک کتا ہے جو حرص وہویٰ سے شوریدہ ہے۔ میں یہاں اس لئے بیٹھا ہوں کہ اس کتے کی نگہبانی کروں اور اس کے شر سے لوگوں کو دور رکھوں۔ ورنہ میں وہ نہیں جو تمہارا اتنا بڑا انتظار اپنے اوپر آنے دیتا۔"

جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے میرے رب تو قادر مطلق ہے کہ اس راہب کو اس کی عین گمراہی میں طریقِ ثواب اور راہ راست عطا فرمائے۔ راہب مجھے کہنے لگا ابراہیم کب تک لوگوں کو ڈھونڈو گے جاؤ اور اپنی آپ کو تلاش کرو اور جب اپنے آپ کو پالو تو اُس کی نگرانی کرنا کیونکہ ہر روز خواہش کا کتا تین سو ساٹھ بار لباس الوہیت پہن کر انسان کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔ (ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب، (مترجم سید محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء، داتا دربار کمپلیکس، ص ۳۷۵)

حضرے ذالنون مصریؒ سے ایک حقائق منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا میں نے اُس سے پوچھا یہ درجہ کس عمل کے بدلے میں پایا ہے تو وہ کہنے لگا میں نے حرص وہوس کے راستے پر قدم نہیں رکھا اس لئے تو ہوا میں اُڑ رہا ہوں۔ محمد بن فضل بلخی فرماتے ہیں کہ مجھے اُس شخص پر تعجب ہے جو خواہشات کی پیروی کر کے جمال الٰہی حاصل کر رہا ہو۔ اگر وہ طالب جمیل حقیقی ہے تو اپنا قدم ہوا پر کیوں نہیں رکھتا کہ وہ مقصد تک پہنچے اور دیدارِ یار حاصل کرے اور نفس کی جو

ظاہری صفت ہے وہ شہوت ہے اور شہوت ایسی قوت کا نام ہے جو تمام اجزائے جسم میں پراگندہ ہے اور تمام ہواس بھی اسی کے ساتھ ہیں اور انسان ان کی نگہبانی پر مکلف ہے اسی وجہ سے انسان ہر حس سے سرزد ہونے والے فعل کے ساتھ مسؤل ہے۔

آنکھ کی شہوت دیکھنا، کان کی شہوت سننا، جسم کی شہوت چھونا، دل کی شہوت سوچنا ہے تو ایک طالب حقیقی کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شہوات پر نگہبان اور حاکم ہو اور دن رات اُس کی نگرانی میں گزارے تاکہ وہ خواہشات جو ہواس سے پیدا ہوتی ہیں وہ خود بخود منقطع ہو جائیں اور اپنے رب سے دعا کرتا رہے کہ وہ تجھے ایسے صفت پر قائم رکھے کہ خواہشات کے ارادے اور وسوسے تیرے قلب باطن سے مدفون ہو جائیں۔اس لئے جو شخص شہوت وہویٰ کی دلدل میں پھنس گیا وہ تمام وصال و جمال سے محجوب ہو گیا اور جو ان سے بچ نکلا وہ وصال حقیقی اور جمال یار کو پا گیا۔

مجاہدہ نفس

مجاہدہ نفس کے معنی ہیں کہ نفس کو ایسے تمام افعال کی طرف راغب کرنے کی پوری کوشش اور طاقت صرف کرنا جن میں دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہو بایں طور پر نفس کو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی کرنے اور اُس کی نواہی سے اجتناب کرنے پر آمادہ کرنا۔ مجاہدہ نفس کو باطنی جہاد بھی کہا جاتا ہے۔ نفس کے جہاد کے چار درجات و مراتب ہیں۔ پہلا درجہ ہدایت و رہنمائی اور دین حق سیکھنے کے لئے مجاہدہ کرنا، دوسرا درجہ تحصیل علم کے بعد اُس پر عمل کرنے میں مجاہدہ کرنا، تیسرا درجہ حق کی طرف دعوت دینے میں مجاہدہ کرنا اور چوتھا درجہ دعوت حق کے راستے میں پیش آنے والی مصائب و مشکلات اور مشقتوں اور مخلوق کی طرف سے دی جانے والی اذیت کو برداشت کرنے پر مجاہدہ کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹:۶۹)

"وہ لوگ جنہوں نے ہمارے معاملہ میں مجاہدہ کیا تو ہم ضرور اُنہیں اپنی راہ دکھا دیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المجاهد من جاهد نفسه فی اللهِ (اوزاعی، محمد بن سلامہ القضاعی ابو عبد اللہ، (۱۹۸۵ء)، مسند الشہاب، مصر، مکتبہ نور، ج۱، رقم الحدیث ۱۸۳)

"مجاہد وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا۔"

داتا گنج بخش نفس کی بحث سے متعلق یوں بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا سب چیزیں درست ہیں لیکن حقیقت معنی اس کے خلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے: من طلب وجد "جو طلب کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔" دوسری جماعت کہتی ہے من وجد طلب "جو پالیتا ہے وہ طالب ہو جاتا ہے۔" کسی جگہ ہر پانا طلب کا سبب ہے اور کسی جگہ پر طلب کرنا سبب پانے کا کہا جاتا ہے گویا ایک کے نزدیک مجاہدہ کرنے کے بعد مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے کے نزدیک مشاہدہ کے بعد مجاہدہ ہوتا ہے ان سب باتوں کی حقیقت یہ ہے کہ مجاہدہ، میں مشاہدہ اطاعت کی توفیق سے ہے اور وہ محض عطاالٰہی ہے تو جب حصول اطاعت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر محال ہے پھر توفیق بھی اطاعت کے بغیر محال ہو گی جب مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے موجود نہیں ہے تو بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ بھی محال ہوگا۔ جو حجت جماعت سہل نے پیش کی ہے کہ مجاہدہ کو سبب مشاہدہ نہیں مانتا وہ جملہ انبیاءے کرام و کتب واحکام شریعت کا منکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تکلیف کا دار مدار مجاہدہ پر رکھتی ہے لیکن بہتر تو یہ تھا کہ وہ تکلیف کا دار مدار ہدایت حق پر رکھتی ۔ (ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۲ء)، کشف المحجوب، (مترجم سید محمد احمد قادری)، لاہور، مرکز معارف اولیاء، داتا دربار کمپلیکس، ص ۳۴۳)

خواتین میں بیداری شعور و آگہی کے لیے کوشاں

ماہنامہ دختران اسلام لاہور

کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
بیگم رفعت جبین قادری

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-5169111-3, 111-140-140 Ext: 149
Whatsapp: 0305-4547289, 0300-8105740
www.minhaj.info, Email: sisters@minhaj.org

گھریلو ملازمین پر تشدد ایک معاشرتی المیہ

تحریر: محمد احمد طاہر

وہ شخص ہماری امت میں سے نہیں جو چھوٹے بچوں پر شفقت نہ کرے (حدیث)

پاکستانی معاشرے کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ معاشرہ کئی طبقات میں بٹ چکا ہے۔ Haves (امیر لوگ) اور Haves Not (غریب لوگ) کے درمیان ایک واضح لائن لگ چکی ہے۔ امراء اور متمول گھرانوں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں جینے کا حق صرف ہمیں ہے۔ غرباء اور ناکس و محتاج لوگ جینے کا حق نہیں رکھتے۔ یہ امراء اپنے مال اور طاقت کے نشے میں اتنے دھت ہیں کہ اپنے گھروں میں رکھے ملازمین پر بے جا رعب جھاڑتے ہیں اور ناجائز سختی کرنا تو اپنا حق تصور کرتے ہیں۔ ان ظالموں پر شیطان اس قدر حاوی ہو چکا ہے کہ گھروں میں کام کرنے والے چھوٹے بچوں اور بچیوں پر بھی تشدد کرتے ہیں۔ آئے روز اخبارات کی شہ سرخیوں میں اور Tv چینلز کے ذریعے ایسے کئی واقعات نشر ہوتے ہیں۔

تشدد کے یہ دلخراش واقعات ہر پاکستانی کے سر کو شرم سے جھکا دیتے ہیں۔ غریب لوگ بے چارے اپنی معاشی مجبوری کی بناء پر اپنے چھوٹے بچوں کو ان امراء کے گھروں میں ملازم رکھواتے ہیں جبکہ یہ بدبخت اور بدطینت لوگ ان کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان بچوں کا استحصال کرتے ہیں۔

بچے انسانی معاشرے کا ایک اہم جزو ہیں۔ دیگر افرادِ معاشرہ کی طرح ان کا بھی ایک اخلاقی مقام اور معاشرتی درجہ ہے۔ بہت سے امور ایسے ہیں جن میں بچوں کو تحفظ درکار ہوتا ہے۔ ریاست، آئین اور قانون جس طرح ہر انسان کے بنیادی حقوق کی پاسداری کرتے ہیں، اسی طرح بچوں کو بھی ان کے حقوق کی ادائیگی و حفاظت کی ضمانت دیتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بچے کی زندگی کو قانونی حق عطا کیا ہے۔ بچے کی زندگی کا آغاز مرحلۂ ''جنین'' سے ہوتا ہے۔ اسلام نے اس مرحلے سے بچے کے لئے زندگی کے حق کو قانونی حیثیت عطا کی ہے۔ استقرارِ حمل کے چار ماہ بعد رحمِ مادر میں موجود بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اس وقت حمل ضائع کرنا رحمِ مادر میں بچہ کو قتل کرنا ہے۔ یہ قتل، قتلِ انسانی کے مترادف ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ جو دین رحمِ مادر میں موجود بچے کے حقوق متعین کرتا ہے، وہ دین بچے کی پیدائش کے بعد تو بدرجہ اولیٰ اس کے حقوق کا ضامن ہوگا۔

دینِ اسلام بچوں کے حقوق کا محافظ

آیئے! بچوں کے حقوق کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فرامین کا مطالعہ کریں تاکہ ہم میں سے ہر شخص اسلام کے دامنِ امن و رحمت کی وسعت کو جان سکے اور گھریلو ملازمین پر ہونے والے تشدد کے اس خاص رویہ کا سدِّباب ممکن ہوسکے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہابیان کرتی ہیں:

''میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگتی تھی۔ اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے اس کو وہی دے دی۔ اس نے (ماں نے) کھجور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کردی اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبنات شیئًا، فاحسن الیهن، کن له سترًا مِنَ النَّار.

''جو کوئی بیٹیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو یہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں''۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، رقم: 5649)

دین اسلام تو ہر بڑے سے ادب اور چھوٹے سے شفقت سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمِ صَغِيْرَنَا وَيعرف حَقَّ كبيرنا.

(حاکم، المستدرک، رقم: 209)

”وہ شخص ہماری امت میں سے نہیں (یعنی اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے) جو ہماری امت میں چھوٹے بچوں پر رحمت و شفقت نہ کرے اور بڑے لوگوں کے حقِ ادب کو نہ پہچانے (یعنی ان کا ادب و احترام بجا نہ لائے)“۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”اسلام میں محبت اور عدم تشدد“ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”غور کریں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لَيْسَ مِنَّا کے ذریعے کتنی سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ چھوٹوں پر رحمت و شفقت اور بڑوں کی تعظیم و تکریم نہ کرنے والے شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ درحقیقت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان کے ذریعے امت کو نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی ایسی تعلیم دی ہے جو تمام انسانی اقدار کی جامع ہے۔

کفار کے بچوں سے بھی سختی کی ممانعت

اسلام دینِ رحمت اور دین عفو و درگزر ہے۔ دین اسلام نے جہاں زندگی کے ہر گوشے کی مکمل ہدایات دی ہیں وہاں جنگ لڑنے کے اصول و ضوابط بھی بڑے واشگاف الفاظ میں عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورانِ جنگ جو اصول و ضوابط دیئے ہیں، ان میں بڑے واضح الفاظ میں بچوں کے قتل کی ممانعت کے احکامات آئے ہیں۔

حضرت امام مسلم اپنی الصحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریر فرمایا:

وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم لم یکن یقتل الصبیان فلا تقتل الصبیان.

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، رقم: 1812)

”بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی عہد نبوی کی مسلم فوج) دشمنوں کے بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے۔سو تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا“۔

اس سلسلے میں دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے سخت کلمات کے ذریعے صحابہ کرام کو غیر مسلموں کے بچے قتل کرنے سے منع فرمایا اور ان کلمات کو تاکیداً دہرایا۔حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

”ہم ایک غزوہ میں شریک تھے (ہم لڑتے رہے یہاں تک) کہ ہمیں غلبہ حاصل ہوگیا اور ہم نے مشرکوں سے قتال کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگوں نے بعض بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جن کے قتل کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے بچوں تک کو قتل کر ڈالا؟ خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو“۔

(نسائی، السنن الکبریٰ، کتاب السیر، رقم:8616)

عرض کیا گیا: یارسول اللہ!(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا وہ مشرکوں کے بچے نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے بہترین لوگ بھی مشرکوں کے بچے نہیں تھے؟

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات خوب واضح ہوجاتی ہے کہ دین اسلام بلا امتیاز رنگ و نسل اور دین و مذہب ہر بچے کی زندگی کی حفاظت پر زور دیتا ہے۔

کم عمر ملازمین پر تشدد کی ممانعت

بعض اوقات ہم یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہمارے ملازمین ہمارا نقصان کرتے ہیں یا یہ ملازمین سلیقہ مند نہیں ہیں یا وہ وفا شعار نہیں، اس صورت حال میں ہمیں انہیں آزاد کردینا چاہئے یا انہیں ملازمت سے برخاست کردینا چاہئے۔تاہم یہ کسی صورت بھی جائز

نہیں کہ انہیں ان کے معمولی جرائم کی پاداش میں غیر معمولی سزا دیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو علی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

”ایک لونڈی کے سوا ہمارا کوئی غلام نہ تھا۔ ہم میں سے سب سے چھوٹے نے اس کو ایک طمانچہ مار دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس لونڈی کو آزاد کردیں“۔

یعنی محض ایک تھپڑ مارنے پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اس سنگین جرم کے ارتکاب کی تلافی کی یہ صورت عطا فرمائی کہ اس لونڈی کو آزاد کردیا جائے جبکہ ہم نجانے کس کس طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں حالانکہ یہ ہمارے زرخرید غلام/نوکر بھی نہیں ہوتے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے اپنے غلام کو ایسے جرم کی سزا دی جس کا اس نے ارتکاب نہیں کیا یا اسے طمانچہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کردے“۔

ملازمین کو مارنے کی سزا دوزخ کا عذاب

ہمارا معاشرہ اس قدر بگاڑ کا شکار ہوچکا ہے کہ ہر بڑا اور وڈیرہ معمولی معمولی کوتاہیوں پر اپنے گھریلو ملازمین پر بہت زیادہ تشدد کرتے ہیں۔ ان ظالموں نے اپنی نجی جیلیں اور قید خانے قائم کررکھے ہیں جہاں پر ان معصوم، غریب اور بے کس لوگوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ ان ظالموں اور جابروں کو خبر نہیں کہ وہ ایسا کرکے اپنے اوپر دوزخ کی آگ واجب کررہے ہیں۔ انہیں معلوم ہی نہیں کہ ایک ایسی طاقت

بھی ہے جو ہم پر سب سے بڑھ کر اختیار و طاقت رکھتی ہے اور اس سے ہمارا کوئی بھی عمل مخفی نہیں ہے۔

حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

اعلم ابا مسعود! ان اللہ اقدر علیک منک علی ھذا الغلام.

"اے ابو مسعود! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جتنی قدرت تمہیں اس غلام پر حاصل ہے، اس سے زیادہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے"۔

حضرت ابا مسعود کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ غلام خدا کے لئے آزاد ہے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں آگ جلاتی یا فرمایا: تمہیں آگ چھو لیتی"۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا.

"اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں"۔ (صحیح مسلم)

مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ اپنے ماتحتوں پر ناجائز یا حد سے زیادہ تشدد اور ظلم دوزخ کے عذاب کا باعث بنتا ہے۔اگر ان سے کوئی معمولی جرم سرزد ہو یا معمولی کوتاہی ہو تو اس سلسلے میں قرآن حکیم ہماری رہنمائی کرتے ہوئے مومن کی پہچان بتاتا ہے کہ

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ.

(آل عمران: 134)

"اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں"۔

اسی قرآنی حکم کے تحت انہیں معاف کردیں یا انہیں نوکری سے برخاست کردیں یا قانون کے حوالے کردیں مگر از خود ہمیں منصف بن کر سزا دینے کا کوئی اختیار نہیں۔

حمد باری تعالیٰ

ربّ اکبر وہ ہر کسی کا ہے
سو بسو تذکرہ اُسی کا ہے

ظلمتِ بحر و بر میں نام اُس کا
آئنہ دار روشنی کا ہے

نطق میں بھی گھُلے ہیں رنگ اُس کے
وہ جو گنجینہ خامشی کا ہے

ہے علیم و خبیر ذات اُس کی
اِک خزینہ وہ آگہی کا ہے

رزق پتھر میں دے جو کیڑے کو
وہی رازق ہر آدمی کا ہے

ابتلاء رنج و غم میں ہر لمحہ
دھیان اُس کی طرف سبھی کا ہے

حق وہی ہے جو اُس نے فرمایا
راستہ اُس کا راستی کا ہے

لے کے آدمؑ سے ذاتِ احمدﷺ تک
ایک ہی دین ہر نبی کا ہے

اُسوۂ سیدالبشر نیّرؔ
رہنما صلح و آشتی کا ہے

{ضیا نیّر}

وائس کانفرنس

خصوصی رپورٹ: ثناء وحید

منہاج القرآن ویمن لیگ کا شعبہ WOICE خواتین کی فلاح و ترقی اور ان میں شعور و آگاہی کے فروغ کے لیے سرگرم ہے، جو ایسے مسائل پر کام کر رہا ہے جنہیں عمومی طور پر دیگر این جی اوز نظر انداز کرتی ہیں۔ ان مسائل میں سب سے نمایاں خاندانی زندگی کو درست سمت میں لے کر جانا ہے، جس کے لیے سیمینارز اور آن لائن سیشنز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ WOICE اس حقیقت کو سمجھتا ہے کہ ایک مضبوط اور مستحکم خاندانی نظام ہی ایک بہتر معاشرے کی بنیاد بن سکتا ہے۔

8 مارچ 2025ء خواتین کے عالمی دن کے موقع پر WOICE نے فلیٹیز ہوٹل میں انٹر نیشنل ویمن سمپوزیم کا اہتمام کیا۔ خواتین کی شادی سے پہلے کی تربیت کے دوران صحت کے مسائل، ایموشنل انٹیلیجنس، کانفلیکٹ ریزولوشن، اور جبری شادی جیسے اہم موضوعات پر گفتگو کی گئی۔ خواتین کے عالمی دن کے موقع پر منعقد ہونے والے پروگرام میں صرف خواتین کے حقوق پر بات نہیں کی گئی، بلکہ ان تمام عناصر پر بھی غور کیا گیا جو اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہیں۔

پروگرام میں شرکت کرنے والے پینلسٹس نے انتہائی موثر اور معلوماتی گفتگو کی۔ معزز مہمانوں میں:

- جہاں آرا وٹو-نائب چیئرپرسن، پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی، سابق ایمبیسڈر برائے بچوں کے حقوق
- ڈاکٹر فرح ناز صدر منہاج القرآن ویمن لیگ
- صباحت رضوی-وکیل سپریم کورٹ، پہلی خاتون سیکرٹری، لاہور ہائی کورٹ بار

• کرن محبوب-ماہر نفسیات، معلمہ، انسانی حقوق کی وکیل، نیشنل پروگرام کوآرڈینیٹر
• کنزہ کمال خان-یوتھ ڈیولپمنٹ ٹرینر
• نوشابہ ستار-وکیل، سماجی کارکن، فلم میکر
• تسابے ربیکا زینب-ویلفیئر کنسلٹنٹ، سوشل امپیکٹ اسٹریٹیجسٹ
• قرۃ العین شعیب-پالیسی ایڈوائزر، سماجی و نفسیاتی ترقی کی ماہر، کالم نگار
• ڈاکٹر شاہدہ مغل-بانی و صدر، شعور ویلفیئر فاؤنڈیشن
• مریم جیمز گل-انسانی حقوق کی وکیل
• عمارہ رندھاوا-ویمن چیمبر آف کامرس کی رکن

اس پروگرام میں منہاج ویمن لیگ کی بھرپور شرکت رہی، جبکہ مختلف این جی اوز، خواتین صحافی، سوشل ورکرز، معلمات، ڈاکٹرز، ادبی شخصیات اور مختلف اداروں کی سربراہان نے بھی بھرپور انداز میں شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر شعبہ WOICE کی ہیڈ عائشہ مبشر نے کچھ تجاویز پیش کیں جو درج ذیل ہیں:

تجاویز و مطالبات

ا۔ خواتین کے حقوق کی بحالی اور حفاظت کے لئے ریاستی سطح پر بنائے گئے قوانین جیسے کہ

Protection Against Harassment of Women at Workplace Act, 2010

The Punjab Protection of Women against Violence Act, 2016

کی یونین کونسل سطح تک عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے واضح لائحہ عمل ترتیب دیا جائے۔

۲۔ امہات المؤمنین، صحابیات اور اہل بیت اطہار کی خواتین جو اس دور جہالت میں ویمن امپاورمنٹ بیداری شعور فروغ علم اور ظلم ع استبداد کے خلاف جد وجہد کی عمدہ عملی مثال تھیں ان کے حالات زندگی کو تمام سالوں کے نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

۳۔ ہر ٹاؤن سطح کی مسجد کو کمیونٹی سنٹر میں تبدیل کیا جائے نیز مسجد میں ایک حصہ خواتین اور بچیوں کے لئے مخصوص کیا جائے۔ مساجد میں بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے حکومتی سطح پر فی میل معلمات پرکشش معاوضہ پر تعینات کی جائیں۔

۴۔ اخلاقیات (ethics) کو ایک علیحدہ سبجیکٹ کے طور پر پرائمری درجہ پر لازمی پڑھایا جائے۔

۵۔ حکومتی سطح پر ہر پروانشل اور لوکل گورنمنٹ کے نمائندگان علاقائی کمیونٹی سینٹر یا مساجد میں خصوصی مدرٹریننگ پروگرامز کا اجراء کریں۔

۶۔ سندھ، بلوچستان اور کے پی کے دیہی اور دور دراز علاقہ جات میں بچیوں کی دینی، عصری و فنی تعلیم کو یقینی بنانے کے لئے ریاست اور فلاحی اداروں کے باہم اشتراک سے سہ ماہی بنیادوں پر آگاہی مہمات چلائی جائیں اور عملی تربیت کے لیے ادارہ جات قائم کئے جائیں۔

۷۔ جیلوں میں قید خواتین کی بحالی اور جیلوں میں پیدا ہونے والے بچوں کو معاشرے کا مفید ممبر بنانے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔

۸۔ تھانوں اور عدالتوں پر خواتین کا اعتماد بحال کرنے کے لئے خصوصی ویمن کورٹس قائم کی جائیں۔

۹۔ گھریلو کام کاج کے لئے کم عمر بچیاں جو ڈومیسٹک سرونٹ میں ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اس گھر کے مالکان پر قانونی طور پر نافذ کی جائے۔

۱۰۔ مذہب کی جبری تبدیلی کے لئے 2019 میں آنے والے بل Prohibition of forced religious conversions 2019 Act پر عمل درآمد کو مزید موثر اور آسان بنایا جائے۔

۱۱۔ گھریلو ظلم و تشدد کا شکار خواتین کے لئے WOMEN Rehabilitation Centers کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۱۲۔ خواتین کے لئے گھر سے باہر باحفاظت سفر کو یقینی بنانے کے لئے ڈولفن فورس کی طرز پر اپنی ہراسمنٹ اینڈ اینٹی ابیوز فورس تشکیل دی جائے۔

خواتین ایک معتدل، متوازن اور خوشحال معاشرے کی بنیاد ہیں اور بطور ماں اور معلمہ وہ ایک تبدیلی ساز کے طور پر قوم کے مستقبل کی تشکیل کرتی ہیں۔ خواتین کو بااختیار بنانے کا مقصود نسلوں کو بااختیار بنانا اور ایک ایسے معاشرے کی تخلیق کرنا ہے جہاں انصاف اور مساوات غالب ہو۔ منہاج القرآن ویمن لیگ نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں اپنے جامع مذہبی، تعلیمی اور فلاحی اقدامات کے ذریعے خواتین کو خود مختار بنانے، اسلامی عقائد کو راسخ کرنے، روحانی ارتقاء اور سماجی اقدار کی بحالی کے لئے ایک کرشماتی کردار ادا کیا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اسلام میں خواتین کے حقوق کی حقیقی ترجمانی کرتے ہوئے منہاج القرآن ویمن

لیگ کے پلیٹ فارم کے ذریعے خواتین کی خوابیدہ قائدانہ صلاحیتوں کو ابھارتے ہوئے انہیں معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کے قابل بنایا ہے۔ ان کی انتھک کوششوں سے دنیا بھر میں مسلم خواتین نہ صرف دینی فہم و آگہی حاصل کر رہی ہیں بلکہ ہر شعبۂ عمل میں اپنی قابلیت کا لوہا منوا رہی ہیں۔ خواتین کے عالمی دن پر طبقات نسواں کے لئے شیخ الاسلام کی لازوال خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اُنہیں سلام عقیدت پیش کرتی ہوں اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی مزید ترویج و ترقی کے لئے دعاگو ہوں۔ (مسز فضہ حسین قادری)

آنے والی نسلوں کی پرورش سے لے کر انقلابی تحریکوں کی قیادت تک خواتین تاریخ ساز کردار ادا کرتی ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جو اپنی خواتین کو بااختیار بناتا ہے وہ علم اور انصاف پر مبنی اقدار کو پروان چڑھاتا ہے کیونکہ خواتین ہر ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد ہیں اور ان کا کردار گھروں سے باہر سماجی اصلاح تک محیط ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سرپرستی میں منہاج القرآن ویمن لیگ خواتین کی اندرونی تطہیر، خود آگاہی اور روحانی بالیدگی کے لئے کوشاں ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی تنظیمات خواتین کو صحیح عقائد اسلامیہ سے روشناس کروانے اور اقامت دین کے لئے مستعد و فعال کرنے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کے ذیلی فورمز ہر طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین میں خود انحصاری اور خود اعتمادی کو فروغ دینے کے لیے اہم اقدامات کر رہے ہیں۔ خواتین کے عالمی دن پر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں حقوقِ نسواں کے تحفظ کے علمبردار اور امین بننے پر صد بار سلام پیش کرتی ہوں اور اُن کے اس عظیم مقصد کے ساتھ پیوستہ رہنے کے لئے بارگاہِ ایزدی سے مزید توفیق و استقامت کی طلبگار ہوں۔

ڈاکٹر فرح ناز (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان)

تیری ہستی ہے زمانے کے لئے مشعل راہ
تیرے قدموں کے تلے جنت فردوس بھی ہے

زندگی تیرے لے عظمت معراج بھی ہے
آنکھ میں نُور تو رنگوں میں حیا باقی ہے

تِیرہ ذہنوں کے لئے تیری جلا باقی ہے
تجھ سے قائم ہے زمانے میں محبت کا چلن

دستِ قاتل بھی ہے تیرے سامنے لرزاں لرزاں
تو نے منزل کو تراشا ہے جواں ہمت سے

ڈٹ گئی راہ میں ہمیشہ تو چٹانوں کی طرح
تیرا ہر روپ وفا، عزت و ناموس بقاء

پھر بھی ہر دور میں مردوں کی اطاعت کی ہے
تو نے اس طرح بھی دنیا میں عبادت کی ہے.

(فرخ زہرا گیلانی)

فقہی مسائل

تحائف کی شرعی حیثیت

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: دواساز کمپنیوں کی طرف سے ڈاکٹرز کو ملنے والے تحائف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ایک واقعہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص ابن التیبہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا، جب وہ (زکوٰۃ وصول کر کے) آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ان عاملوں کا کیا حال ہے کہ میں ان کو (زکوٰۃ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور یہ آ کر کہتے ہیں:

هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا أُهْدِيَ لِي، أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ، أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ، حَتَّى يَنْظُرَ أَيُهْدَى إِلَيْهِ أَمْ لَا ؟ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَنَالُ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى عُنُقِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةٌ لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةٌ تَيْعِرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ، هَلْ بَلَّغْتُ ؟ مَرَّتَيْنِ. (بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب ھدایا العمال، 6: 2624، رقم: 6753)

یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ (تحفہ) کیا گیا ہے۔ یہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں بیٹھا ہوتا پھر ہم دیکھتے کہ اس کو کوئی چیز ہدیہ کی جاتی ہے یا نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جان ہے! تم میں سے جو شخص بھی ان اموال میں سے کوئی چیز لے گا قیامت کے دن وہ مال اس کی گردن پر سوار ہو گا (کسی شخص کی گردن پر) اونٹ بڑبڑا رہا ہو گا، یا گائے ڈکار رہی ہو گی یا بکری منمنا رہی ہو گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کیے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

اس حدیثِ پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عہدے پر فائض ہونے کی وجہ سے تحائف وصول کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی ہے کیونکہ کسی عہدہ پر متمکن شخص کو تحائف کی صورت میں رشوت دے کر لوگ غلط کام کرواتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عُمّال و افسران کو دورانِ خدمات ہدیہ وصول کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں عُمّال اور صاحبانِ اختیار کو دیئے جانے والے تحائف پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ دورِ حاضر میں دواساز کمپنیوں (Pharmaceutical Companies) کی طرف سے میڈیکل اور پیرا میڈیکل سٹاف کو دیے جانے والے تحائف بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ فقہائے فتاویٰ ہندیہ کے مطابق اگر کسی صاحبِ اختیار (جیسے زیرِبحث معاملے میں ڈاکٹر یا اس کا سٹاف) کو محض دوستی و تعلق کی بناء پر کوئی تحفہ دیا جائے تو لینے والے کے لیے تحفہ لینا اور دینے والے کے لیے تحفہ دینا‘ دونوں جائز ہیں۔ اس معاملے کی دیگر صورتوں پر فتاویٰ ہندیہ درج ذیل الفاظ میں بحث کی گئی ہے:

نَوْعٌ مِنْهَا أَنْ يُهْدِىَ الرَّجُلُ إِلَى رَجُلٍ مَالًا لِيُسَوِّىَ أَمْرَهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السُّلْطَانِ وَيُعِينُهُ فِى حَاجَتِهِ، وَإِنَّهُ عَلَى وَجْهَيْنِ: الْوَجْهُ الْأَوَّلُ أَنْ تَكُونَ حَاجَتُهُ حَرَامًا وَفِى هٰذَا الْوَجْهِ لَا يَحِلُّ لِلْمُهْدِى الْإِعْطَاءُ وَلَا لِلْمُهْدَى إِلَيْهِ الْأَخْذُ. الْوَجْهُ الثَّانِى أَنْ تَكُونَ حَاجَتُهُ مُبَاحَةً وَإِنَّهُ عَلَى وَجْهَيْنِ أَيْضًا: الْوَجْهُ الْأَوَّلُ أَنْ يَشْتَرِطَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُهْدِى إِلَيْهِ لِيُعِينَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ، وَفِى هٰذَا الْوَجْهِ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ الْأَخْذُ وَهَلْ يَحِلُّ لِلْمُعْطِى الْإِعْطَاءُ. تَكَلَّمُوا فِيهِ مِنْهُمْ. الْوَجْهُ الثَّانِى إِذَا لَمْ يَشْتَرِطْ ذٰلِكَ صَرِيحًا وَلٰكِنْ

إِنَّمَا يُهْدِى إِلَيْهِ لِيُعِينَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ، وَفِي هَذَا الْوَجْهِ اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ، وَعَامَّتُهُمْ عَلَى أَنَّهُ لَا يُكْرَهُ۔ وَنَوْعٌ آخَرُ أَنْ يُهْدِىَ الرَّجُلُ إِلَى سُلْطَانٍ فَيُقَلِّدَ الْقَضَاءَ لَهُ، أَوْ عَمَلًا آخَرَ وَهَذَا النَّوْعُ لَا يَحِلُّ لِلْآخِذِ الْأَخْذُ وَلَا لِلْمُعْطِي الْإِعْطَاءُ كَذَا فِي الْمُحِيطِ.

(الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، 3: 331)

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اس غرض سے ہدیہ (تحفہ) دینا کہ اس کے اور سلطان (یعنی صاحبِ اختیار) کے درمیان معاملہ ٹھیک رہے اور بوقتِ ضرورت مدد کرے، تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر کوئی حرام حاجت پوری کروانے کے لیے تحفہ دیا گیا ہے تو تحفہ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تحفہ کسی مباح (ناقابل اعتراض) کام کے لیے دیا جائے تو اس کی بھی مزید دو صورتیں ہیں: اگر تحفہ کسی کام میں مدد کرنے کی شرط کے ساتھ دیا گیا تو اس کا لینا جائز نہیں، البتہ دینے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تحفہ دیتے ہوئے اگرچہ کوئی شرط نہیں لگائی گئی تاہم مقصد یہی ہے کہ صاحبِ اختیار میری مدد کرے' اس صورت میں بھی جواز و عدمِ جواز کا اختلاف ہے، تاہم عامہ مشائخ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص صاحبِ اختیار کو کسی (عہدہ و منصب کے حصول جیسے) قضاء وغیرہ کے لیے تحفہ دے تو دینے والے کے لیے دینا اور لینے والے کے لیے لینا' دونوں جائز نہیں ہے۔

درج بالا تصریحات کو زیرِ بحث معاملے پر منطبق کرنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر دواساز کمپنیوں کے نمائندے اپنی ادویات متعارف کروانے کے لیے ڈاکٹر حضرات سے ملتے ہیں اور بغیر کسی شرط کے' محض وقت دینے پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کوئی تحفہ دیتے ہیں تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اپنی مصنوعات (Products) متعارف کروانے کے لیے دیا گیا تحفہ بھی وصول کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔

لیکن اگر یہ تحائف، مالی منفعت، کھانے یا دیگر سہولیات اس شرط کے ساتھ دی جاتی ہیں کہ مریضوں کو مخصوص کمپنی کی ادویات تجویز کی جائیں گی یا طبّی معائنہ (medical test) کسی مخصوص لیبارٹری کا ہی قبول کیا جائے گا یا اس طرح کی دیگر شرائط کے ساتھ تحائف دینا اور لینا سراسر حرام ہے۔ اسی طرح غیر شرعی یا غیر قانونی امور کی انجام دہی کے لیے دیئے تحائف وصول کرنا بھی ممنوع ہے۔

سوال: کمیشن کی شرط کے ساتھ مخصوص کمپنی کی دوا تجویز کرنا کیسا ہے؟ادویات کمپنیوں کے نمائندے ڈاکٹروں کے پاس آتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ان کی کمپنی کی ادویات تجویز کریں اور وہ بدلے میں مختلف آفرز پیش کرتے ہیں کہ ہم آپ کو اس کے بدلے میں 30 یا 40 فیصد کمیشن دیں گے۔اس صورت میں مریض کو دوائی مارکیٹ کی قیمت کے حساب سے ہی ملتی ہے اور مریض کو اضافی لاگت نہیں آتی۔کیا یہ کمیشن لینا جائز ہے؟

جواب: اگر ڈاکٹرز یا طبّی عملہ کے افراد اس ’شرط‘ پر کسی کمپنی کی ادویات ترجیحاً تجویز کرتے ہیں یا طبّی معائنہ کے لیے کسی مخصوص تجزیہ گاہ (Laboratory) کو لازم کر دیتے ہیں کہ اس کے بدلے کسی خاص تناسب سے کمیشن وصول کریں گے تو ایسا کرنا ممنوع ہے۔فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

أَنْ يَشْتَرِطَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُهْدِى إِلَيْهِ لِيُعِينَهُ عِنْدَ السُّلْطَانِ، وَفِى هَذَا الْوَجْهِ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ الْأَخْذُ. (الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، 3: 331)

اگر کسی صاحبِ اختیار کو کسی کام میں مدد کرنے کی شرط کے ساتھ تحفہ (یا کمیشن) دیا گیا تو اس کا لینا جائز نہیں۔

مشروط ہونے کے بعد یہ کمیشن محض ہدیہ نہیں رہتا بلکہ ایک طرح سے کاروباری معاہدہ بن جاتا ہے جس میں ایک فریق محض اپنے اختیار کی وجہ سے کمیشن لیتا ہے جبکہ اس کا تمام تر مالی بوجھ تیسرا فریق (مریض) اٹھاتا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ مریض کو دوائی تو اسی قیمت پر ملنی تھی، ڈاکٹر کے کمیشن لینے سے مریض کو اضافی لاگت نہیں آ رہی۔ اس لیے کہ دواساز کمپنیاں اپنی مصنوعات کے تمام اخراجات خریدار پر ہی ڈالتی ہیں۔ خریدار دوائی کی جو قیمت ادا کرتا ہے، اس میں ڈاکٹرز کو دیے جانے والے کمیشنز اور تشہیر کے اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ دواساز کمپنی و طبّی تجزیہ گاہ اور ڈاکٹر کے درمیان ہونے والے کمیشن کے لین دین کا اصل بوجھ مریض کو ہی اٹھانا پڑتا ہے۔

اگر ڈاکٹرز محض کمیشن کے لالچ میں غیر معیاری ادویات تجویز کرتا ہے یا غیر ضروری طبّی معائنہ کرواتا ہے تو اس صورت میں کمیشن لینا اور دینا حرام ہے۔ کیونکہ یہ دوسروں کے مال و جان سے کھلواڑ ہے جو شرعاً و اخلاقاً سخت ممنوع ہے۔

اس کمیشن کے جواز کی صرف ایک ہی صورت ہوسکتی ہے اور وہ ہے کہ دواساز کمپنیوں کے نمائندے اپنی ادویات متعارف کروانے کے لیے ڈاکٹر حضرات سے ملتے ہیں اور بغیر کسی شرط کے محض وقت دینے پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کوئی تحفہ دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مصنوعات (Products) متعارف کروانے کے لیے دیا گیا تحفہ بھی وصول کرنے کی بھی کوئی ممانعت نہیں۔

سوال: شوہر اور بیوی کے اختلافی قول کی صورت میں کس پر اعتبار کیا جائے؟

جواب: اگر طلاق کے مسئلے پر مرد اور عورت دونوں کے بیان میں تضاد پایا جا رہا ہے۔ خاوند کہتا ہے میں نے دو طلاقیں دی ہیں اور عورت کہتی ہے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور گواہ بھی موجود نہیں ہے تو خاوند کی بات کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کی بات کو ترجیح دی جائے گی۔ الہدایہ میں ہے:

إن اختلفا فی الشرط فالقول قول الزوج إلا ان تقیم المراۃ البینۃ لانہ متمسک بالاصل وھو عدم الشرط ولانہ منکر وقوع الطلاق وزوال الملک والمراۃ تدعیہ فان کان الشرط لا یعلم الا من جھتھا فالقول قولھا فی حق نفسھا.

(مرغینانی، الھدایۃ شرح البدایۃ، 1: 252)

اگر میاں بیوی شرط پائے جانے میں اختلاف کریں تو خاوند کی بات مانی جائے گی۔ ہاں اگر عورت اس کے خلاف ثبوت لائے تو اس کی بات مانی جائے گی۔اس لئے کہ خاوند اصل سے دلیل لا رہا ہے اور اصل یہ ہے کہ شرط نہ پائی جائے۔کیونکہ طلاق واقع ہونے اور ملک متع کے زوال کا انکار کر رہا ہے اور عورت اس کی دعویدار ہے۔ ہاں اگر شرط ایسی ہے جو صرف عورت کی طرف سے معلوم ہو سکتی ہے تو عورت کی بات اس کے حق میں مانی جائے گی۔اسی طرح اگر گواہ موجود نہیں اور دونوں حلفاً بھی بیان کریں تو خاوند کی بات مانی جائے گی۔

سوال: اگر زوجین طویل عرصے تک الگ رہیں اور بعد ازاں بیوی خلع کا کیس کرے تو عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب: رخصتی کے بعد اگر میاں بیوی کے درمیان جسمانی تعلق یا خلوتِ صحیحہ(نکاح کے بعد لڑکی لڑکے کا ایسے اکیلا/خلوت میں ہونا کہ مباشرت میں کوئی امر مانع نہ ہو) ثابت ہے تو طلاق، خلع یا عدالتی تنسیخ کا فیصلہ ہونے پر بیوی پر عدت گزارنا واجب ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ.

(الْبَقَرَة، 2: 228)

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

مندرجہ بالا آیت میں ایسی مطلقہ عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے جس نے شوہر کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر لیا ہو یا ان کی خلوتِ صحیحہ ثابت ہوچکی ہو، اور اس عورت کو حیض بھی آتا ہو تو طلاق کے بعد اس پر تین حیض تک عدت گزارنا ضروری ہے۔

عدت سے استثنیٰ صرف غیر مدخولہ کیلئے ہے۔مطلقہ غیر مدخولہ پر عدت واجب نہیں ہے۔عدت کا نفاذ/شمار تب سے کیا جائے گا جب شوہر کی وفات، طلاق، خلع یا تنسیخِ نکاح واقع ہوگی، جب تک اِن میں سے کوئی امر واقع نہیں ہوتا اس وقت تک نکاح برقرار رہے گا، چاہے میاں بیوی طویل عرصے تک ایک دوسرے سے الگ رہیں۔جب عورت عدالت سے خلع یا تنسیخِ نکاح کا فیصلہ حاصل کرلے تو جس تاریخ کو فیصلہ آئے گا اُس دن سے اس کی عدت شروع ہوگی، جس کی مدت تین حیض تک ہے۔

حمد باری تعالیٰ

ربّ اکبر وہ ہر کسی کا ہے
سو بسو تذکرہ اُسی کا ہے

ظلمتِ بحر و بر میں نام اُس کا
آئنہ دار روشی کا ہے

نطق میں بھی گھُلے ہیں رنگ اُس کے
وہ جو گنجینہ خامشی کا ہے

ہے علیم و خبیر ذات اُس کی
اِک خزینہ وہ آگہی کا ہے

رزق پتھر میں دے جو کیڑے کو
وہی رازق ہر آدمی کا ہے

ابتلاء، رنج و غم میں ہر لمحہ
دھیان اُس کی طرف سبھی کا ہے

حق وہی ہے جو اُس نے فرمایا
راستہ اُس کا راستی کا ہے

لے کے آدمؑ سے ذاتِ احمدﷺ تک
ایک ہی دین ہر نبی کا ہے

اُسوۂ سیدالبشر نیّرؔ
رہنما صلح و آشتی کا ہے

{ضیا نیّر}

ویمن شہر اعتکاف 2025ء کی تیاریوں کے سلسلے میں
ڈاکٹر غزالہ حسن قادری اور مسز فضہ حسین قادری کی سرپرستی میں منہاج القرآن ویمن لیگ کی منعقدہ میٹنگز کی تصویریں جھلکیاں

M o n t h l y
DUKHTARAN-E-ISLAM
APR-2025
L A H O R E
Regd CPL No.45